﴿الفضل بیداللہ یؤتیہ من یشاء﴾ (آل عمران: ۷۴) ﴿... عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا﴾ (بنی إسرائیل: ۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد۱ | جمعہ ۱۵ اپریل ۱۹۹۴ء ○ ۴ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۱۵

القرآن الحکیم

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ﴿۱۰﴾

وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس اسی کو اپنا کار ساز بنا۔

(سورہ المزمل، آیت ۱۰)

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اس شرط سے دین کو قبول نہ کرنا چاہیئے کہ میں مالدار ہو جاؤں گا۔ مجھے فلاں عہدہ مل جاوے گا۔ یاد رکھو کہ شرطی ایمان لانے والے سے خدا تعالیٰ بیزار ہے۔ بعض وقت مصلحت الٰہی یہی ہوتی ہے کہ دنیا میں انسان کی کوئی مراد حاصل نہیں ہوتی۔ طرح طرح کے آفات، بلائیں، بیماریاں اور نامرادیاں لاحق حال ہوتی ہیں مگر ان سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ موت ہر ایک کے واسطے کھڑی ہے۔ اگر بادشاہ ہو جاوے تو کیا موت سے بچ جاویگا؟ غریبی میں بھی مرنا ہے۔ بادشاہی میں بھی مرنا ہے۔ اس لئے سچی توبہ کرنے والے کو اپنے ارادوں میں دنیا کی خواہش نہ ملانی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہرگز نہیں ہے کہ جو اس کے حضور عاجزی سے گر پڑے۔ وہ اسے خائب و خاسر کرے اور ذلت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی نظیر ایک بھی نہ ملے گی کہ فلاں شخص کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق تھا اور پھر وہ نامراد رہا۔ خدا تعالیٰ بندے سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہش اس کے حضور پیش نہ کرے اور خالص ہو کر اس کی طرف جھک جاوے۔ جو اس طرح جھکتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور ہر ایک مشکل سے خود بخود اس کے واسطے راہ نکل آتی ہے جیسے کہ وہ خود وعدہ فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ﴿۳﴾ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

(الطلاق: ۳، ۴)

اس جگہ رزق سے مراد روٹی وغیرہ نہیں بلکہ عزت، علم وغیرہ سب باتیں جن کی انسان کو ضرورت ہے اس میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ سے جو ذرہ بھر بھی تعلق رکھتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ (الزلزال: ۸)۔ ہمارے ملک ہندوستان میں نظام الدین صاحب اور قطب الدین صاحب اولیاء اللہ کی جو عزت کی جاتی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق تھا اور اگر یہ نہ ہوتا تو تمام انسانوں کی طرح وہ بھی زمینوں میں ہل چلاتے۔ معمولی کام کرتے۔ مگر خدا تعالیٰ کے سچے تعلق کی وجہ سے لوگ ان کی مٹی کی بھی عزت کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا حامی ہو جاتا ہے۔ دشمن چاہتے ہیں کہ ان کو نیست و نابود کریں مگر وہ روز بروز ترقی پاتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر غالب آ جاتے ہیں جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (المجادلہ: ۲۲)۔ یعنی خدا تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔ اول اول جب انسان خدا تعالیٰ سے تعلق شروع کرتا ہے تو وہ سب کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے مگر جوں جوں وہ تعلقات الٰہی میں ترقی کرتا ہے توں توں اس کی شہرت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ ایک بڑا بزرگ بن جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ بڑا ہے اسی طرح جو کوئی اس کی طرف زیادہ قدم بڑھاتا ہے وہ بھی بڑا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آخر کار خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہو جاتا ہے۔

اس توبہ کو کھیل نہ خیال کرو اور یہ نہ کرو کہ اسے یہیں چھوڑ جاؤ بلکہ اسے ایک امانت اللہ تعالیٰ کی خیال کرو۔ توبہ کرنے والا خدا تعالیٰ کی اس کشتی میں سوار ہوتا ہے جو کہ اس طوفان کے وقت اس کے حکم سے بنائی گئی ہے۔ اس نے مجھے فرمایا ہے کہ:- اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔ جس طرح بادشاہ اپنی رعایا میں اپنے نائب کو بھیجتا ہے اور پھر جو اس کا مطیع ہوتا ہے اسے بادشاہ کا مطیع سمجھا جاتا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے نائب دنیا میں بھیجتا ہے۔ آجکل تو یہ ایک بیج ہے جس کے ثمرات تمہارے تک ہی نہ ٹھہریں گے بلکہ اولاد تک بھی پہنچیں گے۔ سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں۔

دنیوی لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس بات کے لئے مجبور نہیں ہے کہ اسباب کا محتاج ہو۔ کبھی چاہتا ہے تو اپنے پیاروں کے لئے بلا اسباب بھی کام کر دیتا ہے اور کبھی اسباب پیدا کر کے کرتا ہے اور کسی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ بنے بنائے اسباب کو بگاڑ دیتا ہے۔

غرض اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جائے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تاکہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے ....

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازیں ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو"۔

(ملفوظات جلد سوم صہ ۲۲۰، ۲۲۲)

احمدی مسلمانوں کو اذان دینے اور پمفلٹ تقسیم کرنے کے "جرم" میں سزا

(پریس ڈیسک) چک ۸۸۔ ج ب۔ ضلع فیصل آباد پاکستان کے ۹ احمدی مسلمانوں مکرم داؤد احمد، علی محمد، حمید احمد، عبدالشکور، عبدالحئی، عبدالحفیظ، عبدالقدیر، عبدالرشید اور منیر احمد کے خلاف مباہلہ پمفلٹ تقسیم کرنے کی وجہ سے زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ ۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو درج ہوا تھا۔ نیز اسی دن ایک علیحدہ مقدمہ مکرم علی محمد صاحب کے خلاف اذان دینے کے "جرم" میں زیر دفعہ ۲۹۸۔ بی تعزیرات پاکستان درج کیا گیا تھا۔

مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۹۲ء کو مجسٹریٹ درجہ اول چودھری مختار احمد نے سب افراد کو زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی تین تین سال قید اور دو۔ دو ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی۔ اسکے علاوہ مکرم علی محمد صاحب کو اذان دینے کے جرم میں زیر دفعہ ۲۹۸۔ بی مزید تین سال قید اور دو ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں مزید تین ماہ کی قید بھگتنا ہوگی۔

ان بہیمانہ سزاؤں کے خلاف اپیل کی گئی جس پر ۵ دسمبر ۹۳ء کو فیاض بیگ صاحب ایڈیشنل سیشن جج فیصل آباد نے سزاؤں کو معطل کر کے کیس ماتحت عدالت کو ریمانڈ کر دیا ہے چنانچہ اب یہ مقدمہ دوبارہ مجسٹریٹ کی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ احباب کرام سے اس مقدمہ اور اسی طرح کے دیگر مقدمات میں ملوث تمام احمدیوں کے لئے درخواست دعا ہے۔

مختصرات

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز روزانہ "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کے پروگرام "ملاقات" میں شمولیت فرماتے ہیں۔ مختلف دینی اور علمی موضوعات پر حضور انور کے ارشادات بہت ایمان افروز ہوتے ہیں۔ قارئین الفضل کے علم اور یاد دہانی کی غرض سے "مختصرات" کے عنوان سے چند اشارات پیش خدمت ہیں۔

۲۷ مارچ ۱۹۹۴ء: حضور انور کا عمومی طریق یہ ہے کہ ہفتہ اتوار کے دو دن ملاقات پروگرام میں گفتگو انگریزی میں ہوتی ہے اور باقی دنوں میں اردو میں۔ اردو گفتگو کا ساتھ کے ساتھ انگریزی میں ترجمہ کا انتظام تو پہلے سے ہی موجود ہے۔ آج حضور انور نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کو ہدایت فرمائی کہ انگریزی سے اردو میں رواں ترجمہ کا بھی انتظام کیا جائے۔

۲۸ و ۲۹ مارچ ۱۹۹۴ء: ان دونوں دنوں میں حضور انور نے بوزنین احباب و خواتین کو "ملاقات" پروگرام میں شمولیت کا موقع عطا فرمایا۔ بوزنین بچے حضور کی خصوصی شفقت اور پیار کے مورد بنے۔ حضور انور نے جماعت احمدیہ کی حقیقت اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض نشانات کی وضاحت فرمائی۔ حضور کے ارشادات کا ساتھ کے ساتھ بوزنین زبان میں ترجمہ ہوتا رہا۔

۳۱ مارچ ۱۹۹۴ء: آج حضور انور نے غیر احمدیوں کی طرف سے کئے جانے والے اس اعتراض کا تفصیلی جواب دیا کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ حضور نے تفصیلی حوالہ جات سے اعتراض کا تفصیلی رد پیش فرمایا۔

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۴)

﴿إنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدير أعلىٰ نصير أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ ۱۵ اپریل ۱۹۹۴ء ○ ۴ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۱۵

القرآن الحکیم

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۱۰﴾

وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس اسی کو اپنا کارساز بنا۔

(سورہ المزمل، آیت ۱۰)

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اس شرط سے دین کو قبول نہ کرنا چاہئے کہ میں مالدار ہو جاؤں گا۔ مجھے فلاں عہدہ مل جاوے گا۔ یاد رکھو کہ شرطی ایمان لانے والے سے خدا تعالیٰ بیزار ہے۔ بعض وقت مصلحت الٰہی یہی ہوتی ہے کہ دنیا میں انسان کی کوئی مراد حاصل نہیں ہوتی۔ طرح طرح کے آفات، بلائیں، بیماریاں اور نامرادیاں لاحق حال ہوتی ہیں مگر ان سے گھبرانا نہ چاہئے۔ موت ہر ایک کے واسطے کھڑی ہے۔ اگر بادشاہ ہو جاوے تو کیا موت سے بچ جاویگا؟ غریبی میں بھی مرنا ہے۔ بادشاہی میں بھی مرنا ہے۔ اس لئے سچی توبہ کرنے والے کو اپنے ارادوں میں دنیا کی خواہش نہ ملانی چاہئے۔

خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہرگز نہیں ہے کہ جو اس کے حضور عاجزی سے گر پڑے۔ وہ اسے خائب و خاسر کرے اور ذلت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی نظیر ایک بھی نہ ملے گی کہ فلاں شخص کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق تھا اور پھر وہ نامراد رہا۔ خدا تعالیٰ بندے سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہش اس کے حضور پیش نہ کرے اور خالص ہو کر اس کی طرف جھک جاوے۔ جو اس طرح جھکتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور ہر ایک مشکل سے خود بخود اس کے واسطے راہ نکل آتی ہے جیسے کہ وہ خود وعدہ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۳﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(الطلاق: ۳، ۴)

اس جگہ رزق سے مراد روٹی وغیرہ نہیں بلکہ عزت، علم وغیرہ سب باتیں جن کی انسان کو ضرورت ہے اس میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ سے جو ذرہ بھر بھی تعلق رکھتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (الزلزال: ۸)۔ ہمارے ملک ہندوستان میں نظام الدین صاحب اور قطب الدین صاحب اولیاء اللہ کی جو عزت کی جاتی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق تھا اور اگر یہ نہ ہوتا تو تمام انسانوں کی طرح وہ بھی زمینوں میں ہل چلاتے۔ معمولی کام کرتے۔ مگر خدا تعالیٰ کے سچے تعلق کی وجہ سے لوگ ان کی مٹی کی بھی عزت کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا حامی ہو جاتا ہے۔ دشمن چاہتے ہیں کہ ان کو نیست و نابود کریں مگر وہ روز بروز ترقی پاتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر غالب آ جاتے ہیں جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ: ۲۲)۔ یعنی خدا تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔ اول اول جب انسان خدا تعالیٰ سے تعلق شروع کرتا ہے تو وہ سب کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے مگر جوں جوں وہ تعلقات الٰہی میں ترقی کرتا ہے توں توں اس کی شہرت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ ایک بڑا بزرگ بن جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ بڑا ہے اسی طرح جو کوئی اس کی طرف زیادہ قدم بڑھاتا ہے وہ بھی بڑا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آخر کار خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہو جاتا ہے۔

اس توبہ کو کھیل نہ خیال کرو اور یہ نہ کرو کہ اسے یہیں چھوڑ جاؤ بلکہ اسے ایک امانت اللہ تعالیٰ کی خیال کرو۔ توبہ کرنے والا خدا تعالیٰ کی اس کشتی میں سوار ہوتا ہے جو کہ اس طوفان کے وقت اس کے حکم سے بنائی گئی ہے۔ اس نے مجھے فرمایا ہے کہ:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ جس طرح بادشاہ اپنی رعایا میں اپنے نائب کو بھیجتا ہے اور پھر جو اس کا مطیع ہوتا ہے اسے بادشاہ کا مطیع سمجھا جاتا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے نائب دنیا میں بھیجتا ہے۔ آجکل تو یہ ایک بیج ہے جس کے ثمرات تمہارے تک ہی نہ ٹھہریں گے بلکہ اولاد تک بھی پہنچیں گے۔ سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں۔

دنیوی لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس بات کے لئے مجبور نہیں ہے کہ اسباب کا محتاج ہو۔ کبھی چاہتا ہے تو اپنے پیاروں کے لئے بلا اسباب بھی کام کر دیتا ہے اور کبھی اسباب پیدا کر کے کرتا ہے اور کسی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ بنے بنائے اسباب کو بگاڑ دیتا ہے۔

غرض اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جائے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تاکہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے ......

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازیں ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو"۔

(ملفوظات جلد سوم صہ ۲۲۰، ۲۲۲)

احمدی مسلمانوں کو اذان دینے اور پمفلٹ تقسیم کرنے کے "جرم" میں سزا

(پریس ڈیسک) چک ۸۸۔ ج ب۔ ضلع فیصل آباد پاکستان کے ۹ احمدی مسلمانوں مکرم داؤد احمد، علی محمد، حمید احمد، عبدالشکور، عبدالحئی، عبدالحفیظ، عبدالقدیر، عبدالرشید اور منیر احمد کے خلاف مباہلہ پمفلٹ تقسیم کرنے کی وجہ سے زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ ۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو درج ہوا تھا۔ نیز اسی دن ایک علیحدہ مقدمہ مکرم علی محمد صاحب کے خلاف اذان دینے کے "جرم" میں زیر دفعہ ۲۹۸۔ بی تعزیرات پاکستان درج کیا گیا تھا۔

مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۹۲ء کو مجسٹریٹ درجہ اول چودھری مختار احمد نے سب افراد کو زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی تین تین سال قید اور دو۔ دو ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی۔ اسکے علاوہ مکرم علی محمد صاحب کو اذان دینے کے جرم میں زیر دفعہ ۲۹۸۔ بی مزید تین سال قید اور دو ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں مزید تین ماہ کی قید بھگتنا ہوگی۔

ان بہیمانہ سزاؤں کے خلاف اپیل کی گئی جس پر ۵ دسمبر ۹۳ء کو فیاض بیند صاحب ایڈیشنل سیشن جج فیصل آباد نے سزاؤں کو معطل کر کے کیس ماتحت عدالت کو ریمانڈ کر دیا ہے چنانچہ اب یہ مقدمہ دوبارہ مجسٹریٹ کی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ احباب کرام سے اس مقدمہ اور اسی طرح کے دیگر مقدمات میں ملوث تمام احمدیوں کے لئے درخواست دعا ہے۔

مختصرات

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز روزانہ "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کے پروگرام "ملاقات" میں شمولیت فرماتے ہیں۔ مختلف دینی اور علمی موضوعات پر حضور انور کے ارشادات بہت ایمان افروز ہوتے ہیں۔ قارئین الفضل کے علم اور یاد دہانی کی غرض سے "مختصرات" کے عنوان سے چند اشارات پیش خدمت ہیں۔

۲۷ مارچ ۱۹۹۴ء۔ حضور انور کا عمومی طریق یہ ہے کہ ہفتہ اتوار کے دو دن ملاقات پروگرام میں گفتگو انگریزی میں ہوتی ہے اور باقی دنوں میں اردو میں۔ اردو گفتگو کا ساتھ کے ساتھ انگریزی میں ترجمہ کا انتظام تو پہلے سے ہی موجود ہے۔ آج حضور انور نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کو ہدایت فرمائی کہ انگریزی سے اردو میں رواں ترجمہ کا بھی انتظام کیا جائے۔

۲۸ و ۲۹ مارچ ۱۹۹۴ء۔ ان دونوں دنوں میں حضور انور نے بوزنین احباب و خواتین کو "ملاقات" پروگرام میں شمولیت کا موقع عطا فرمایا۔ بوزنین بچے حضور کی خصوصی شفقت اور پیار کے مورد بنے۔ حضور انور نے جماعت احمدیہ کی حقیقت اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض نشانات کی وضاحت فرمائی۔ حضور کے ارشادات کا ساتھ کے ساتھ بوزنین زبان میں ترجمہ ہوتا رہا۔

۳۱ مارچ ۱۹۹۴ء۔ آج حضور انور نے غیر احمدیوں کی طرف سے کئے جانے والے اس اعتراض کا تفصیلی جواب دیا کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ حضور نے تفصیلی حوالہ جات سے اعتراض کا تفصیلی رد پیش فرمایا۔

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۴)

اداریہ

خدا تعالیٰ کا ارادہ

اس وقت دنیا میں جس قدر شر اور فساد پھیلا ہوا ہے اور جس شدت کے ساتھ ہر طرف فسق و فجور اور ظلم و ستم کا دور دورہ ہے اسے دیکھ کر بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ اسکی اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن ایسے مایوس کن حالات میں جبکہ بر و بحر میں فساد غالب آچکا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو یہ بشارت دی تھی کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دنیا میں سچی تہذیب اور روحانیت پھیلے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے اس زمانے کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کرکے مجھے بھیجا ہے تاکہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے۔" (آئینہ کمالات اسلام)

پھر فرمایا:

"یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے"۔ (لیکچر لاہور)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو اپنے ملفوظات میں اور دیگر تحریرات میں مختلف پیرایہ میں بتفصیل بیان فرمایا ہے کہ محض انسانی کوششوں سے دنیا کی اصلاح نہیں ہوسکتی مگر خدا تعالیٰ جو سب پر قادر و توانا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرمالے تو کوئی نہیں جو اس کے مقابل پر کھڑا ہو اور اسکے ارادوں کو روک سکے۔ اس ضمن میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قوم عرب کے حالات کی مثال دی ہے اور بتایا ہے کہ وہ قوم تمدن، اخلاق اور روحانیت کے لحاظ سے انتہائی بدحال کو پہنچی ہوئی تھی۔ گھر گھر میں جنگ اور شراب نوشی اور زنا اور لوٹ مار غرض ہر ایک بدی موجود تھی کوئی نسبت اور تعلق خدا کے ساتھ اور اخلاق فاضلہ کے ساتھ کسی کو حاصل نہ تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے جب وہی لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو انکی حالت یکسر بدل گئی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عرب کی پہلی حالت کہ وہ کس گند میں پڑے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے تھے، دیکھ کر اور پھر ان کی پچھلی حالتِ اسلامی دیکھ کر تسلی ہوتی ہے کہ خدا سب کچھ کرسکتا ہے۔ ساری دنیا پر اثر ڈالنا اور ان کو اباحت کے گندے خیالات سے نکال کر اسلام کا پاک جامہ پہنانا انسانی کام نہیں ہے۔ ہماری کوششیں تو بچوں کا کھیل ہے۔ نہ لوگوں کے دلوں سے ہم وہ گند نکال سکتے ہیں جو آجکل دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے نہ کمال محبت الٰہی کا ان کے اندر بھر سکتے ہیں نہ ان کے درمیان باہمی کمال الفت پیدا کرسکتے ہیں جس سے وہ سب مثل ایک وجود کے ہوجائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے ـ ـ ـ ـ ـ جس خدا نے پہلے یہ کام کیا وہ اب بھی کرسکتا ہے۔ آئندہ بھی اسی پر توکل ہے۔ جو کام ہونے والا ہوتا ہے اس میں خدا کے فضل کی روح پھونکی جاتی ہے جیسا کہ باغبان اپنے باغ کی آبپاشی کرتا ہے تو وہ تر و تازہ ہوتا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ اپنے مرسلین کے سلسلہ کو ترقی اور تازگی عطا فرماتا ہے۔ ـ ـ ـ ـ ـ

ہماری جماعت کے متعلق خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں۔ کوئی انسانی عقل یا دور اندیشی یا دنیوی اسباب ان وعدوں تک ہم کو نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی سب اسباب مہیا کردے گا تب یہ کام انجام کو پہنچے گا۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۳۳۲ - ۳۳۳)

اس وقت جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کے بےانتہا فضل نازل ہورہے ہیں اور محض اسکی نصرت و تائید کے ساتھ اس سلسلہ کو روز افزوں ترقی اور تازگی نصیب ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ دعائیں کرتے ہوئے اس کے فضلوں کو زیادہ سے زیادہ جذب کرنے کی کوشش کریں اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے موافق، اسکی نصرت کی ہواؤں کے رخ پر، تیزی سے آگے بڑھیں اور اس کے نور سے اپنے سینوں کو منور کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس نور کی طرف بلائیں تا دنیا سے ہر قسم کے ظلم کے اندھیرے دور ہوجائیں اور پھر "اشرقت الارض بنور ربھا" کا نظارہ نظر آنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

احادیث النبی ﷺ

عَن ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ قَالَ: «الْ
اَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ اَخِيهِ
اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْ
كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ
الْقِيَامَةِ». (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ).

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو (بے یار و مددگار) چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں ہوتا ہے اللہ اس کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور فرماتا ہے اللہ اس سے اس کے سبب قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ نَفَّسَ
مُؤمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ
الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّ
وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَا
فِى عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِ
يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقًا اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْ
قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتْلُونَ كِتَابَ ا
وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ اِلاَّ نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّ
وَحَفَّتْهُمُ الْمَلاَئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ. وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُ
يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. (رَوَاهُ مُسْلِم).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص کسی مومن کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا اللہ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرے گا اللہ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اللہ بندے کا مددگار رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کا مددگار رہتا ہے اور جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ اس کا جنت کی طرف کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کے لئے اور اسے آپس میں ایک دوسرے کو پڑھنے پڑھانے کے لئے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ ان کا تذکرہ اپنے قریب رہنے والوں میں فرماتا ہے اور جس کے عمل نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں لے جاسکے گا۔

اندھیرے سے اجالے کی طرف
پیش قدمی

ہمارے جرمن نژاد نو مسلم بھائی مکرم ہدایت اللہ ہبش صاحب نے اپنے ایک انگریزی مضمون میں جو اپریل ۱۹۹۳ء کے ریویو آف ریلیجنز لندن میں شائع ہوا ان واقعات پر بہت ایمان افروز پیرائے میں روشنی ڈالی ہے جو بالآخر انہیں حقیقی اسلام کے حصار عافیت میں لانے کا موجب بنے۔ انہوں نے اپنے اس روحانی سفر کو گھپ اندھیرے سے اجالے کی طرف پیش قدمی قرار دیا ہے۔ ان کی اس انگریزی تحریر کا اردو ترجمہ جس میں ان کی خود بیان کردہ زبانی وضاحتیں بھی شامل ہیں ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

(ترجمہ و ترتیب، مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی، فرینکفورٹ)

۱۹۶۹ء کے موسم بہار کی بات ہے کہ میں مراکش کے صحرا میں عجب وارفتگی کے عالم میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ حالت میری یہ تھی کہ تن پر کپڑا نہ تھا۔ البتہ مسیح کی مصلوب حالت کا ایک چھوٹا سا دھات کا مجسمہ منکوں کی ایک مالا کے ساتھ میری گردن میں پڑا ہوا تھا۔ اس زمانہ کی اپنی ذہنی کیفیت کے لحاظ سے میں ایک ایسے شخص کی طرح تھا جس پر مغربی ثقافت سے بے رغبتی اور اکتاہٹ کے باعث ایک طرح کی قنوطیت چھائی ہوئی تھی۔ اس کیفیت نے مجھے کسی حد تک مخبوط الحواس بنا چھوڑا تھا۔

میرا ماضی باغیانہ رجحانات کا حامل تھا۔ میرا دل و دماغ وہ سب کچھ قبول کرنے کو تیار نہ تھا جو سکولوں میں پڑھایا اور سکھایا جاتا تھا۔ اس کے خلاف میرے اندر بغاوت کے جذبات بھڑک اٹھتے تھے۔ مغربی انداز سیاست سے جنم لینے والے مظالم سے نفرت کرنا اور غصہ میں مٹھیاں بھینچ بھینچ کر ان کے خلاف جذبات کا اظہار کرنا میرا معمول بن چکا تھا۔ اپنے اس باغیانہ طرز عمل کے زیر اثر ۱۹۶۸ء میں میں نے طلباء کے درمیان ابھرنے اور پنپنے والی انقلابی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن ان کے قول و فعل میں تضاد دیکھ کر بعد ازاں میں نے اس تحریک سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن ہوا یہ کہ اس سے منہ موڑنے کے بعد میں ہپی تحریک کے چنگل میں جا پھنسا۔ یہ تحریک اندھی محبت اور بے لگام قسم کے ذہنی تجربات کے ذریعہ امن و سکینت کے حصول کی داعی تھی۔ لیکن فی الاصل یہ ایک مکروہ تحریک تھی جس نے نوجوانوں کو منشیات کی لعنت میں مبتلا کر کے جائز روابط کو منضبط کرنے والی حدود و قیود کو پامال کر کے رکھ دیا۔

مجھ میں شعر گوئی کا ملکہ شروع سے موجود تھا۔ میں اکثر نظمیں کہا کرتا تھا جو بہت پسند کی جاتی تھیں۔ میرا مجموعہ کلام جرمنی کے ایک مشہور پبلشنگ ادارہ نے شائع کیا۔ اس مجموعہ کلام کی اشاعت پر بالعموم اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ ہبش ایک ایسا ابھرتا ہوا شاعر ہے جس سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ اس طرح نوجوان نسل کا ایک نام نہاد لیڈر بننے کے باوجود جرمن نوجوانوں کے مشاغل میرے لئے اطمینان و سکینت کا موجب نہ بن سکے اور ارد گرد کی مادی سوسائٹی میں مجھے تسکین نہ مل سکی۔ منشیات کی لعنت کے تباہ کن تجربہ میں سے گزرنے اور دنیا کو اپنے مزعومہ طریق کے مطابق تبدیل کرنے کے خواب دیکھنے والے نوجوانوں کے حشر کو دیکھنے کے بعد میں "زین بدھ مت" کی طرف مائل ہوا۔ "زین بدھ ازم" بدھ مت کی وہ شکل ہے جو جاپان میں مروج ہے۔ لیکن حقیقی امن وہاں بھی نہ ملا۔ میں اس زمانہ میں مایوسیوں اور ناکامیوں کی ایک ایسی حوصلہ شکن حالت میں سے گزر رہا تھا کہ کسی سمت میں امید کی کوئی کرن یا جھلک دکھائی نہ دیتی تھی۔ اس حالت نے ہی مجھے گرد و پیش سے متنفر کر کے نیم مخبوط الحواس بنا دیا تھا۔

انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں اور تلاش امن میں سرگرداں میں اپنی ایک "گرل فرینڈ" کے ہمراہ مراکش کے مذکورہ بالا صحرا میں جا نکلا تھا۔ ہم دونوں موٹر میں بیٹھے اس لق و دق صحرا میں سے گزر رہے تھے۔ دل میں پیدا ہونے والے اوہام کے اژدہام اور ان کے نتیجہ میں رونما ہونے والی گوناگوں کیفیات کے ناگوار طلسم کو توڑنے کی باطنی کشمکش کے دوران میں نے بدحواس ہو کر عجب لاشعوری کے عالم میں اپنی گرل فرینڈ کو موٹر روکنے کے لئے کہا۔ جونہی موٹر رکی میں دیوانہ وار باہر نکلا اور جدھر منہ اٹھا صحرا میں اکیلا دور تک بے تحاشا بھاگتا چلا گیا۔ اس وقت میں چاہتا یہ تھا کہ اگر ممکن ہو تو دنیا و مافیہا کو پیچھے چھوڑ کر زمان و مکان کی حدود کو پھلانگ جاؤں۔ میں نے اپنے جسم پر سے اس دنیا کی سب ظاہری نشانیوں حتیٰ کہ کپڑوں کو بھی اتار پھینکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وراء الوراء ہستی کو پانے کی خواہش جسے "خدا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے میری بے قرار روح کے اندر پوشیدہ تھی۔ غالباً اسی لئے میں نے اپنے جسم کو کپڑوں سے مبرا کرتے وقت گلے میں پڑی ہوئی مالا کو اتار نہیں پھینکا اس وقت مجھ پر ایک عجیب کیفیت وارد ہوئی۔ دوڑتے دوڑتے میں یکدم رک گیا۔ میں خود نہیں رکا بلکہ یوں لگا جیسے بجلی کے ایک جھٹکے نے مجھے رکنے پر مجبور کر دیا۔ میں بے حس و حرکت بالکل ساکت کھڑا تھا۔ اسی حالت میں میں نے ایکا ایکی آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور بے اختیار ایک فقرہ پکار کر کہا۔ وہ جسم کی نہیں روح کی پکار تھی۔ کہا میں نے یہ کہ "اے اللہ! تو فضل فرما اور مجھے آلائشوں سے پاک کر دے"۔ اس وقت تک اللہ کا لفظ میرے لئے اجنبی لفظ تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ "اللہ" سے کیا مراد ہے اور نہ اسلام کے بارہ میں مجھے کچھ پتہ تھا الا یہ کہ سکول کے اساتذہ نے کسی زمانہ میں بعض لایعنی سی باتیں اسلام کے متعلق بتائی تھیں اور ان میں سے بھی اکثر میرے ذہن سے نکل چکی تھیں۔ کسی مسلمان کو میں جانتا تک نہ تھا اور نہ میں نے اس وقت تک اپنی باطنی حالت اور کشمکش کا کسی سے ذکر کیا تھا۔ اس کے باوجود میرے ساتھ یہ عجیب و غریب واقعہ پیش آیا کہ اچانک میرے منہ سے ایک ایسا کلمہ نکلا جس کا پورا مفہوم میں نہیں جانتا تھا۔ عجیب نامعلوم سی کیفیت تھی میری۔ اس وقت محسوس ہوا کہ جیسے میں نہیں بول رہا بلکہ میری زبان سے کوئی اور بول رہا ہے۔ احساس، کچھ یہ تھا کہ یہ الفاظ کہ "اے اللہ! فضل فرما اور مجھے آلائشوں سے پاک کر دے"۔ الہام کی طرز کے الفاظ ہیں۔ جو فقرہ میری زبان سے ادا ہوا وہ جرمن الفاظ پر مشتمل تھا۔ جب میری زبان سے حالت اضطرار میں یہ دعائیہ الفاظ ادا ہوئے تو اس کے معاً بعد مجھے بانسری کی بہت ہی ملائم، خوشکن اور سرور آگیں نغمگی سنائی دی۔ محسوس یوں ہوا جیسے یہ سریلی آواز قرب و جوار میں واقع پہاڑوں کی سمت سے آ رہی ہے۔ اس وقت مجھے دلجوئی کے انداز کی حامل تسلی اور اطمینان کی ایک عجیب کیفیت محسوس ہوئی۔ اس طرح پر سکون ہونے کے بعد میں راستہ میں چھوڑے ہوئے کپڑے پہن کر موٹر کی طرف واپس لوٹ آیا۔

اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ فی الحقیقت میرے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا آئینہ دار تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ظاہری اعتبار سے فوری طور پر تو میں اسلام میں داخل نہیں ہوا کیونکہ اس وقت تک میں اسلام کے بارہ میں کچھ نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ معلوم تھا کہ اسلام قبول کرنے کا طریق کیا ہے اور یہ کہ کن شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ تاہم میرے قبول اسلام کی ابتداء اس عجیب و غریب واقعہ سے ہو چکی تھی۔ اس کے بعد مجھے کئی ماہ تک خوف و خطر کے حالات میں سے گزرنا اور مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک لمبے اور تھکا دینے والے سفر کے بعد بالآخر میں جرمنی میں اپنے آبائی شہر فرینکفورٹ واپس پہنچا۔ واپس آ کر میں ہپیوں سے جن کا ایک ساتھی مجھے سمجھا جاتا تھا کوئی راہ و رسم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں ان سے دور ہی رہا۔ گو ظاہری حالت میری ہپیوں والی ہی تھی۔ انہی ایام میں مجھے ایک دوست کے فلیٹ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے یوگا پر ایک کتاب ملی۔ ذہنی تربیت کے اس مسلک کے متعلق میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اسے اختیار کرنا مناسب رہے گا۔ چنانچہ چند ہفتے میں اس مسلک کے طریقوں کو آزمانے کی کوشش کرتا رہا۔ مجھے توجہ مرکوز کرنے اور توجہ کو پر کشش قوت سے ہمکنار کرنے کی مشق کے لئے ایک ایسا تصویری فریم دیا گیا جس کے اندر ایک گول دائرہ بنا ہوا تھا اور دائرے میں مختلف تصاویر سی بنی ہوئی تھیں۔ یہ تصویری فریم "منڈالا" (Mandala) کہلاتا تھا۔ میں نے توجہ مرکوز کرنے کی مشق کے علاوہ بعض دوسرے مسلکوں کے طور طریق بھی آزمائے۔ اس ضمن میں ایک دن میں اپنے بستر پر بیٹھا ایک خاص انداز میں سانس لینے کی مشق کر رہا تھا اور اس عمل کے دوران موسیقی کا ایک کیسٹ بھی سن رہا تھا۔ یہی وہ واحد موسیقی تھی جس سے محظوظ ہونا ان دنوں مجھے مرغوب تھا۔ اس سارے عمل کو ایک پاکستانی موسیقار نے جو کچھ عرصہ قبل لندن آیا تھا "پاکستانی محفل روحانیہ" کا ایک حصہ قرار دیا تھا۔ ایک خاص انداز سے سانس لینے کی مشق کے دوران اچانک میری نظر دیوار کے ساتھ لٹکے ہوئے خطاطی کے ایک فریم پر پڑی اس پر "اوم" کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ یہ ہندی کا لفظ ہے جو مختلف معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ایک معنی اس کا "احد" بھی ہے نیز یہ لفظ ہمہ گیر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور خدا کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس پر نظر پڑتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے روشنی کی ایک دھار اس میں سے پھوٹ نکلی ہے اور وہ میری لائبریری کی الماری کی سمت جا رہی ہے جو میری پشت کی جانب دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ اسی لمحہ تفہیم کے طور پر دل میں یہ بات آئی کہ روشنی کی جو لکیر نمودار ہوئی ہے وہ راہنمائی کے رنگ میں میری توجہ کسی خاص چیز کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہے۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور میری نگاہیں نور کی اس لکیر کا تعاقب کرنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ نور کی اس لکیر سے نکلنے والی شعائیں الماری میں رکھی ہوئی کسی ایک کتاب پر مرکوز ہو کر اسی میں مدغم ہو گئی ہیں۔ کتابیں بڑی بے ترتیبی سے الماری کے ایک خانے میں لگی ہوئی تھیں۔ میں لپک کر الماری کی طرف بڑھا اور ایک ایک کتاب کے نام پر نظر ڈالی۔ اسی تلاش کے دوران میری نظر جرمن ترجمہ قرآن کے ایک نسخہ پر پڑی۔ یہ نسخہ میرے ایک چچا نے بہت پہلے کرسمس کے موقع پر بطور تحفہ مجھے دیا تھا۔ اس نسخہ پر نظر پڑتے ہی میرا ہاتھ وہیں رک گیا۔ دل نے گواہی دی یہی وہ کتاب ہے جس میں نور کی لکیر اور اس سے نکلنے والی شعائیں مدغم ہوئی ہیں۔ میں نے اس کتاب کو کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ ابھی چند سطریں ہی پڑھی تھیں کہ یہ بات میرے دل میں میخ کی طرح گڑ گئی کہ یہ کتاب آسمانی صداقتوں سے پر ہے۔ میرے لئے دل ہی دل میں اس امر کے اقرار کے سوا چارہ نہ رہا کہ اس کتاب کی صداقت پر ایمان لانے کے بعد اب میں ایک مسلمان ہوں۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ جب میرے چچا نے مجھے یہ تحفہ دیا تھا تو میں نے ایک نگاہ سے دیکھا ضرور تھا۔ اس کے بعد یہ بات میرے ذہن سے کلیۃً نکل گئی تھی کہ میری کتابوں میں یہ کتاب بھی موجود ہے۔ ہرچند کہ اسلام کے متعلق میرا علم نہ ہونے کے برابر تھا، تاہم قرآن مجید کی جو چند سطریں میں نے پڑھیں انہوں نے میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ میں سوچنے پر مجبور گیا کہ اب میرے لئے اس کے سوا کوئی راہ باقی نہیں ہے کہ میں مسلمان ہونے کا اعلان کر دوں۔ میری حالت یہ تھی کہ میں برملا یہ اعلان کرنے پر آمادہ تھا اور اس امر کے باوجود آمادہ تھا کہ میں اس اعلان کے مالہ و ماعلیہ سے قطعاً ناآشنا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مجھے کیا مذہبی فرائض بجا لانے ہوں گے اور یہ کہ مجھے اب کیا کرنا چاہئے کہ میں اس سمت میں قدم بڑھا سکوں۔

اس زمانہ میں میں ذہنی طور پر بہت پریشان تھا اور اپنی والدہ کے ہاں خاموشی سے زندگی گزار رہا تھا۔ والدہ کے اس مکان کے ایک کمرے میں ہی قرآن مجید کے ساتھ میرا ربط قائم ہوا تھا۔ ایک دن میں نے اخبار میں پڑھا کہ مسلمانوں کا روزوں کا مہینہ یعنی ماہ رمضان شروع ہو گیا ہے۔ اس خبر کے پڑھتے ہی مجھے خیال آیا کہ جب میں اپنے طور پر مسلمان ہو چکا ہوں تو پھر مجھے روزے رکھنے چاہئیں۔ چونکہ مجھے علم نہ تھا کہ روزہ رکھنے کا طریق کیا ہے اور یہ کہ رمضان میں کن باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے اس لئے اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ میں کسی مسجد سے رابطہ قائم کروں۔ اس کی خاطر میں نے ٹیلیفون ڈائریکٹری کی ورق گردانی کر کے متعدد اسلامی ملکوں کے قونصل خانوں کے ٹیلیفون نمبرز نکالے اور پھر باری باری ان سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا فرینکفورٹ میں

کوئی مسجد ہے اور اگر ہے تو کہاں واقع ہے۔ آخر کار قسمت نے یاوری کی اور وہ اس طرح کہ لبنانی قونصل نے مجھے فرینکفورٹ میں احمدی مسلمانوں کی مسجد یعنی "مسجد نور" کی موجودگی سے آگاہ کیا۔ میں نے فوراً ہی امام مسجد نور کو فون کیا۔ وہ بہت شفقت سے پیش آئے۔ انہوں نے میرا پتہ نوٹ کرنے کے بعد وعدہ کیا کہ وہ سحر و افطار کا نظام الاوقات اور رمضان سے متعلق جملہ معلومات فوری طور پر ارسال کر دیں گے۔ چنانچہ میں نے ان کی فراہم کردہ ہدایات کے مطابق روزے رکھنے شروع کر دئے۔ کچھ دنوں بعد میں مسجد گیا۔ امام مسجد مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی نے مجھے صمیم قلب سے خوش آمدید کہا۔ انہوں نے دوران گفتگو اسلامی تعلیم کے محاسن بیان کرنے کے علاوہ مجھے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تصنیف "کشتی نوح" کا جرمن ترجمہ مطالعہ کے لئے عنایت فرمایا نیز انہوں نے اس امر کی بھی ترغیب دلائی کہ میں جماعت کے شائع کردہ جرمن ترجمہ قرآن کا نسخہ خرید لوں اور اس کا مطالعہ کروں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جو ترجمہ قرآن پہلے میرے پاس موجود ہے وہ مفاہیم اور مطالب کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔ میں نے جرمن ترجمہ قرآن کے علاوہ نماز کی کتاب بھی خرید لی اور پھر نماز کے عربی الفاظ یاد کرنے اور صحیح طریق پر نماز ادا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس زمانہ میں میں ان گناہوں کی وجہ سے جو مجھ سے سرزد ہو چکے تھے ذہنی طور پر بہت پریشان تھا اور عجب خلجان اور بے چینی و اضطراب کی حالت میں سے گزر رہا تھا۔ سو جب رمضان کا مہینہ ختم ہوا تو میں نے سوچا کہ یہ بہتر ہے کہ میں مکہ جا کر حج کا فریضہ ادا کروں اس خیال اور ارادہ کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ بات میرے دل میں جاگزیں ہو گئی تھی کہ میرا آخری وقت اب قریب ہے۔ اس لئے میں گناہوں کی جواب طلبی کے خوف سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتا تھا۔

حج کرنے کا خیال مجھ پر کچھ ایسا غالب آیا کہ ایک روز میں نے روانہ ہونے کی ٹھان ہی لی۔ کیا میں نے یہ کہ جو معمولی سی رقم میرے پاس تھی وہ گرہ میں باندھی، کھانے پینے کی کچھ اشیاء ساتھ لیں اور مختصر سا بستر (Sleeping Bag) رکھا کندھے پر اور والدہ کو بتائے بغیر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ میں بیگانی کاروں میں لفٹ لیتا سفر کی سہولت سے فائدہ اٹھاتا ہوا دمڑی خرچ کئے بغیر سپین جا پہنچا۔ دماغ میں منصوبہ یہ تھا کہ سپین پہنچنے کے بعد درمیان میں حائل انتہائی تنگ سمندری پٹی عبور کر کے پہلے مراکش جاؤں گا اور پھر افریقہ کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا کبھی نہ کبھی عرب کی سرزمین میں جا وارد ہوں گا۔ منصوبہ کیا تھا خیالی پلاؤ کے طور پر ایک بچگانہ خیال تھا جو دل میں سمایا ہوا تھا۔ مراکش کے ساحلی شہر سیوطہ (CEUTA) میں تو کسی خاص رکاوٹ کے بغیر جا داخل ہوا۔ یہ شہر اگرچہ واقع تو مراکش کے ساحل پر ہے لیکن قبضہ اس پر سپین کا ہے۔ اور یہ سپین ہی کا شہر شمار ہوتا ہے۔ افریقہ کے شمال مغربی کونہ کے جس حصہ میں یہ شہر واقع ہے وہاں مراکش کی سرحد شہر ختم ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس شہر میں مسلمان بھی رہتے ہیں۔ جب میں مراکش کی سرحد پر پہنچا تو مراکشی حکام نے مجھے سرحد عبور کرنے کی اجازت ہی نہ دی۔ اپنے حلیہ اور وضع قطع سے میں انہیں ایک ہپی نظر آیا اس لئے انہوں نے مجھے دھتکار دیا۔ میں نے انہیں قرآن مجید کا نسخہ دکھایا جس میں عربی آیات کے بالمقابل ان کا جرمن ترجمہ درج تھا۔ نیز انہیں یہ بھی بتایا کہ میں راستہ بھر سورہ الفاتحہ کا ورد کرتا آیا ہوں اور خدا کے فضل سے مسلمان ہوں۔ لیکن انہوں نے سب کچھ سننے کے باوجود میری ایک نہ سنی اور مجھے مسلمانوں کی سرزمین میں قدم نہ رکھنے دیا۔ اپنی اس ناکامی پر مجھے بے حد افسوس ہوا۔ میں نے اپنی گناہ آلود زندگی پر پھر ایک نظر ڈالی۔ اپنے گناہوں کو یاد کر کے میں یہی سوچتا رہا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ ایک اسلامی ملک میں داخل ہو سکوں۔ میں نے شہر میں واپس آکر کوئی مسجد تلاش کرنے کی کوشش کی تاکہ میں وہاں خدا کی عبادت کر کے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کر سکوں۔ ایک بچہ نے مجھے مسجد کا راستہ بتایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مسجد کی دیوار پر ایک بورڈ آویزاں ہے اور اس پر لکھا ہے کہ "غیر مسلموں کو اندر آنے کی اجازت نہیں"۔ میں نے سوچا کہ میں تو مسلمان ہوں اس لئے اس ممانعت کا مجھ پر اطلاق نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ وہاں اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ میں نے تسلی سے وضوء کیا اور مسجد کے مسقف حصہ میں جا پہنچا۔ یہ سہ پہر کا وقت تھا۔ میں نے چار رکعت نماز کی نیت باندھی اور عبادت میں محو ہو گیا۔ نماز کے دوران مجھ پر کچھ ایسی رقت طاری ہوئی کہ میں نے زور زور سے رونا شروع کر دیا اور اس قدر رویا کہ اتنا میں پہلے کبھی نہیں رویا تھا۔ سیل رواں کی طرح بہنے والے آنسوؤں سے میرے رخسار بھیگ گئے۔ میں اسی حالت میں پوری محویت سے نماز پڑھتا رہا۔ میں سجدہ میں پڑا آہ و زاری کر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص نے جو اس دوران مسجد میں آ موجود ہوا تھا میرا مونڈھا پکڑ کر بری طرح جھنجھوڑا۔ اس نے کوشش کی کہ میں نماز درمیان میں چھوڑ کر وہاں سے چلا جاؤں۔ یہ امر میری سمجھ سے بالا تھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور نماز جاری رکھی اور اس وقت تک جاری رکھی جب تک کہ میں نے چار رکعتیں پوری کر کے باقاعدہ سلام نہ پھیر لیا۔ سلام پھیرنے کے بعد میں اس آدمی کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے مجھے پیچھے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ دروازہ پر پہنچ کر اس نے مجھے دھکیلتے ہوئے باہر نکال دیا۔ مغرب کی نماز کا وقت قریب آ رہا تھا اور کچھ مسلمان وہاں آنے شروع ہو گئے تھے۔ میں نے انہیں جرمن ترجمہ قرآن کا اپنا نسخہ دکھایا اور انہیں یہ بتانے کی کوشش کی کہ میں مسلمان ہوں اور ان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن ان سب کا رویہ بھی معاندانہ اور متشددانہ تھا۔ اور وہ اس بات پر مصر رہے کہ میں وہاں سے فوراً چلا جاؤں۔ چاروناچار بہت بوجھل قدموں کے ساتھ میں وہاں سے چل پڑا۔

میں یہ بات ایک بار پھر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ان ایام میں میری ذہنی صلاحیتیں پوری بحالی کی حالت میں نہ تھیں۔ میں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتاب "کشتی نوح" پڑھی تو تھی لیکن اس کے اکثر حصوں کو میں سمجھ نہ پایا تھا۔ تاہم اتنا احساس مجھے ضرور تھا کہ یہ کسی بہت ہی مقدس اور برگزیدہ انسان کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ جب میں کرسی پر بیٹھا اسے پڑھ رہا ہوتا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے فرشتوں نے کرسی کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ ویسے میں اس روحانی تجربہ کی ماہیت اور کتاب کی اہمیت کے صحیح ادراک سے قاصر تھا۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے بھی واقف نہ تھا۔ بس ایک ہی شدید خواہش میرے اندر موجزن تھی کہ کسی طرح میرے گناہ دھل جائیں اور میں ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک ہو جاؤں۔ جب مراکش کی سرحد کے قریب بعض ہٹ دھرم لوگوں نے مجھے مسجد سے نکال باہر کیا اور میں ذرا آگے گیا تو مجھے دس بارہ بچے نظر آئے۔ وہ ادھر ادھر بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے تھے اور باہم کھیل رہے تھے۔ میں کھڑا ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ وہ میرے گرد جمع ہو گئے۔ وہ مسلمان بچے تھے اور عربی بول رہے تھے۔ میں عربی نہ جاننے کی وجہ سے ان کے ساتھ باتیں تو نہ کر سکتا تھا البتہ میں نے بلند آواز سے سورہ الفاتحہ پڑھنی شروع کر دی۔ انہوں نے بھی جواباً سورہ الفاتحہ کی تلاوت کی۔ ان میں سے ایک بچہ اس قدر خوش الحان تھا کہ اس کی تلاوت کا میرے دل پر بہت اثر ہوا اور میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اسی دوران مجھے خیال آیا کہ یہ میری غلطی تھی کہ میں اپنی والدہ کو بتائے بغیر چپکے سے گھر سے کھسک آیا ہوں۔ میرے دل نے کہا کہ خدا مجھے حج کی سعادت سے بے بہرہ ور ہونے کی توفیق اس وقت تک نہیں دے گا جب تک میں اپنی اس غلطی کی تلافی کے رنگ میں واپس جا کر ان معاملات کو حل نہ کر لوں گا جنہیں میں اپنے پیچھے جرمنی میں معلق چھوڑ آیا ہوں۔

سپین سے جرمنی واپس آنے کے لئے میں نے کیا پاپڑ بیلے اور مجھے کن مشکلات میں سے گزرنا پڑا ان کی تفصیل تو بہت لمبی ہے اور ان کا بیان کرنا ہے بھی لاحاصل، اس لئے میں صرف یہ بتانے پر اکتفا کروں گا کہ میں کسی نہ کسی طرح سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بدقت تمام سپین کے شہر غرناطہ جا پہنچا اور قریباً ایک ہفتہ کا عرصہ الحمرا نامی تاریخی محلات کے سایہ میں بسر کیا۔ اس کے قرب و جوار میں ایک دن میں نے ایک چراگاہ میں کھلے عام نمازیں ادا کیں۔ قریبی علاقہ کے بچے مجھ اجنبی کے گرد آ جمع ہوتے تھے۔ وہ میری حرکات و سکنات کو دلچسپی سے دیکھتے رہتے۔ میرے لئے وہ اپنے والدین سے کھانے پینے کی اشیاء مانگ لاتے تھے۔ پیسے وغیرہ میرے پاس نہ تھے۔ میں بچوں کی لائی ہوئی چیزیں کھا کر اپنی بھوک مٹا لیا کرتا تھا۔

اسی کسمپرسی کے عالم میں جوں توں سفر کرتا اور راستہ میں ٹھہرتا آخر ایک دن سپین سے واپس فرینکفورٹ پہنچ گیا۔ پہنچنے کے بعد فوری طور پر میں نے مسجد نور کا رخ کیا۔ اس وقت میری فقیروں سے بھی بدتر حالت تھی مجھے اپنی ہیئت کذائی کا کوئی احساس نہ تھا۔ بس ایک ہی دھن سوار تھی اور وہ یہ کہ کسی طرح خدا مجھے اپنی قبولیت کے شرف سے نواز دے۔ سیوطہ شہر میں مسجد سے نکالے جانے کو میں نے ایک خدائی اشارے پر محمول کیا۔ میرے نزدیک یہ واقعہ علامت تھا اس امر کی کہ خدا نہیں چاہتا کہ مجھ ایسا ناپاک انسان اس کے گھر میں داخل ہو۔ اب مجھے فکر یہ لاحق تھی کہ کہیں مسجد نور میں بھی نمازیں ادا کرنے سے نہ روک دیا جاؤں۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ خدا مجھے اپنے پاک اور مقدس مقامات میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گا۔ جب میں اپنی مخبوط الحواسی اور پراگندگی کی حالت میں مسجد نور پہنچا تو مسجد کے اندر داخل ہونے والے بڑے دروازے پر مجھے روک لیا گیا۔ دروازے کے قریب ایک شخص پہرہ دار کے طور پر کھڑا تھا۔ اس نے مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اندر نہیں جا سکتے۔ یہ سن کر میں اپنی جگہ ہل کر رہ گیا۔ جس بات سے ڈر رہا تھا وہ سامنے آئے بغیر نہ رہی۔ میرا یہ یقین اور پختہ ہو گیا کہ خدا نہیں چاہتا کہ مجھ ایسا انسان مسجد میں قدم رکھے۔ مجھے اس بات سے شدید صدمہ پہنچا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیونکر خدا کو راضی کروں۔ میرے پاس کچھ بھی تو نہ تھا جو میں خدا کے حضور پیش کر کے اسے راضی کرنے کی کوشش کرتا۔ دنیا سے میں نے منہ موڑ لیا تھا۔ اپنی شہرت، اپنی جمع پونجی، اپنی صلاحیتوں، اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے میں تہی دست ہو بیٹھا تھا۔ مستقبل سے اپنے آپ کو میں نے بے نیاز کر لیا تھا۔ میرے پاس رہا ہی کیا تھا جو میں خدا کے حضور پیش کر سکتا۔ بس ایک خواہش لئے پھر رہا تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی اجازت مل جائے تاکہ اس ذریعہ سے ہی خدا کو راضی کرنے کی کوشش کر سکوں، اور وہ پوری ہوتی نظر نہ آتی تھی۔ جس شخص نے مجھے روکا تھا میں نے اس سے ایک بار پھر التجا کی کہ وہ دوسروں کی طرح مجھے بھی مسجد کے اندر جانے کی اجازت دے لیکن میری اس التجا کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے موقف پر ڈٹا رہا۔ اسی لمحہ میرے دل میں بجلی کے کوندے کی طرح ایک خیال آیا۔ میں نے سوچا میں اندھا ہونے سے بہت خوف کھاتا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ میری بینائی جاتی رہے اور دنیا میرے لئے اندھیر ہو جائے۔ اندھے ہو جانے کے خوف پر مجھے دل ہی دل میں بہت ندامت محسوس ہوئی اور میں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے دل میں ایک بچہ کی طرح قسم کھا کر خدا کے حضور یہ عہد کیا کہ اے خدا! میں تیری خاطر اپنی یہ آنکھیں جو مجھے بہت عزیز ہیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو میری بینائی لے لے پر مجھے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دے دے۔ دل ہی دل میں میں نے خدا کے حضور یہ عہد کیا ہی تھا کہ میری نظر وہاں آویزاں ایک بورڈ پر پڑی۔ اس پر یہ نشاندہی کی گئی تھی کہ مسجد کا دفتر کس سمت میں واقع ہے۔ اس سے مجھے یاد آیا کہ دفتر کا دروازہ مسجد کے دروازے سے الگ ہے۔ میں اپنی جگہ سے ہلا اور مسجد کے عقبی جانب دفتر کے دروازہ کی طرف چل پڑا۔ وہاں بھی ایک شخص پہرہ پر کھڑا تھا۔ اس نے میری عجیب و غریب حالت دیکھ کر مجھے دفتر میں بھی داخل ہونے سے روک دیا۔ میں نے پھر اپنا عہد دل میں دہرایا۔ اچانک ایک آدمی نمودار ہوا۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور مجھ سے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو اور کیا چاہتے ہو؟۔ میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ خدا نے اس کے دل میں رحم ڈالا اور وہ مجھے مسجد کے اندر لے گیا۔ سو الحمد للہ میں بالآخر مسجد میں داخل ہو گیا۔ داخل ہوتے ہی میں نے اپنے طور پر نماز شروع کر دی۔ سلام پھیر کر میں اسی حالت میں اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور ایک عظیم انسان جس نے

(بقیہ صفحہ ۱۴ کالم ۳)

Kenssy

Fried Chicken

589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

خطبہ جمعہ

جن گھروں میں ذکر الٰہی کی آوازیں بلند ہوتی ہوں وہاں خدا کا نور اترتا ہے اور ان گھروں کو رفعتیں عطا کر دیتا ہے۔ جو آسمانی نور کے متلاشی ہیں انہیں لازم ہے کہ اپنے اندر ایک نور پیدا کریں۔

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۸ مارچ ۱۹۹۴ء مطابق شوال ۱۴۱۴ ہجری قمری / ۱۸ امان ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ
زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي
اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ۙ ﴿۳۶﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ ﴿۳۷﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ
الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ ﴿۳۸﴾
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

(سورۃ النور آیات)

قرآن کریم کی ان آیات میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے نور ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے یعنی وہ آسمانی روشنی جس نے آپ کو نور بنایا وہ کیا تھی اور کیسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم نور ہوگئے۔ پھر یہ نور دوسرے گھروں میں بھی پھیلا۔ اس نور سے اور شمعیں بھی روشن ہوئیں اور رفتہ رفتہ یہ پھیلتا گیا اور ذکر الٰہی بلند تر ہوتا چلا گیا۔ یہ خلاصہ ہے ان آیات کے ترجمے کا۔ یہ میں نے اس لئے اختیار کی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ جماعت سے جو توقعات وابستہ کی ہیں اور سلسلے کے جو اغراض و مقاصد بیان فرمائے ہیں اور ایک خاص عظیم روحانی عبارت میں آپ نے جماعت سے جن عظیم اور بلند توقعات کا اظہار فرمایا ہے اس عبارت کا مضمون ان آیات ہی سے مستعار معلوم ہوتا ہے اور جو مقاصد اسلام کے ان آیات میں بیان ہوئے ہیں وہی مقاصد ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے بیان فرمائے اور بالاخر آخری تمنا کا جو اظہار فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ یہ جماعت اور اس کے ماننے والے سب نور ہوجائیں۔ ایسا نور جو بلند جگھوں پہ رکھا جائے، ایسا نور جو دور دور تک دکھائی دے اور لوگ اس سے روشنی پائیں۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان سے متعلق پہلے میں تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں لیکن کوئی بھی قرآن کریم کی آیت ایسی نہیں جس پر کوئی بات مکمل ہو سکی ہو یا ہو سکتی ہو۔ کیونکہ جب انسان آیات قرآنیہ پر غور کرتا ہے کوئی نہ کوئی نیا مضمون اس میں سے ابھر آتا ہے کوئی ایسا پہلو سامنے آجاتا ہے جو پہلے سامنے نہیں تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور بننے کے ساتھ یہ ایک حقیقت بیان فرمائی ہے جو بہت ہی اہمیت رکھتی ہے کہ محمدؐ پر آسمان سے نور نازل نہ ہوتا اگر وہ خود نور نہ ہوتا۔ پس وہ جو آسمانی نور کے متلاشی ہیں انہیں لازم ہے کہ اپنے اندر ایک نور پیدا کریں۔ اور یہی وہ مضمون ہے جس کا تعلق اس آیت کریمہ سے ہے کہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے، هدیً للمتقین۔ جن کا دل پاک اور صاف نہ ہو، جن کا دل خود ضمیر سے روشن نہ ہو ان پر آسمان سے بھی کوئی نور نہیں اترا کرتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق یہ بات بیان فرما کر درحقیقت آپ کی فضیلت کی ایک اور وجہ ہمارے سامنے پیش فرمادی۔ تمام انبیاء پر آپ کو کیوں فضیلت ہوئی۔ ہر نبی پر نور ویسا ہی اترتا ہے جیسا اس کے دل میں ہو۔ اور جتنا بڑا نور انسان کے ضمیر سے اٹھتا ہے اتنا ہی عظیم الشان شعلہ نور آسمان سے اترتا ہے۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تمام نبیوں سے بڑھ کر تھا تبھی اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے روشن تر نور آپ پر اتارا اور اس سے خدا تعالیٰ کی عطا کے اندر جو ایک اندرونی عدل پایا جاتا ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ ملتا تو عطا سے ہے مگر عطا بھی عدل کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے اور جیسا کسی کا استحقاق ہو ویسا ہی اس کو عطا کیا جاتا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خالصتاً اللہ کی عطا ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ اس عطا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ خود ایک نور تھا اور اس نور سے ملتا جلتا، اس کے مطابق اس کے شایان شان، اس کی شان بڑھانے والا ایک اور نور آسمان سے اترا تو وہ وجود "نور علیٰ نور" بن گیا۔

> حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تمام نبیوں سے بڑھ کر تھا تبھی اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے روشن تر نور آپ پر اتارا۔

پھر فرماتا ہے جیسے لوگ روشنی کی تلاش میں جن کے ہاں اندھیرا ہو بعض دفعہ دور دور ڈھونڈنے کے لئے چلے جاتے ہیں کہ کہیں کوئی بتی جل رہی ہو تو اس سے اپنا دیا روشن کرلیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ آگ کے بغیر بیٹھے ہوئے تھے۔ پہاڑی پر ایک روشنی دیکھی۔ اپنی زوجہ مبارکہ سے کہا کہ میں چلتا ہوں شاید وہاں سے کوئی آگ کا شعلہ مل جائے تو ہم اپنا گھر بھی روشن کرلیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وہ نور آپ کو عطا ہوا جس کے لئے بلایا گیا تھا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا دل بھی ایک طور کے طور پر پیش ہو رہا ہے۔ فرماتا ہے وہاں تو ایک موسیٰ نے ہدایت پائی تھی اور پھر آگے جاری کی تھی۔ محمد مصطفیٰؐ کا دل ہی وہ طور ہے جس پر روشنی دیکھ کر نور تلاش کرنے والے اس کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں اور ان میں سے پھر اللہ انتخاب فرماتا ہے ہر ایک کو یہ توفیق نہیں دیتا

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

پھر جس کو چاہتا ہے اس کو اس نور تک پہنچنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس میں بھی اس کی صلاحیتیں دیکھتا ہے۔ پھر وہی آیت سامنے آجاتی ہے کہ هدیً للمتقین۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں کو پہچاننے کے لئے کچھ اندرونی رفعتیں بھی چاہئیں۔ آپ کے نور سے نور حاصل کرنے کے لئے کچھ اندرونی صلاحیتیں درکار ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر شخص کو محمد رسول اللہ تک راہنمائی نہیں فرماتا بلکہ اس کے دل کا نور ہے جو فیصلہ کن بنتا ہے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[اس موقعہ پر حضور کی خدمت میں اطلاع دی گئی کہ کسی تار میں خرابی کی وجہ سے پہلے پانچ چھ منٹ میں خطبہ کی آواز ٹیلی کاسٹ نہیں ہوسکی۔ حضور نے فرمایا کہ اب سارا خطبہ شروع سے دہرانا تو مناسب نہیں ہے۔ خطبہ کا پہلا حصہ آئندہ کسی وقت ٹیلی کاسٹ کر دیا جائے۔ حضور نے خطبہ کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا]

- - - تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور ہے یہ ایک طور کے نور کی مثال بن گیا اور وہاں سے پھر صحابہ نے جن کو اللہ نے توفیق عطا فرمائی اس نور سے اپنے دلوں کے نور روشن کئے اور وہ نور جو محمد مصطفیٰ کے دل پر اترا تھا اور نور علیٰ نور کا منظر دکھا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر اچانک

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ
يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٧﴾

یہ نور ان سب کے گھروں میں چمکنے لگا جن کے متعلق اللہ نے فیصلہ فرما رکھا تھا کہ ان کو بلند کرے گا۔ یا اس کا مطلب یہ بنے گا

أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ

بعضوں نے اس کی ضمیر پچھلی آیات کی طرف پھیری ہے مگر میرے نزدیک یہاں بیوت ہی دراصل ضمیر کا مرجع ہیں۔ مراد یہ ہے ان گھروں کی طرف وہ نور چلا گیا، ان گھروں میں بسنے لگا، ان گھروں کو روشن کر دیا جن کے متعلق اللہ نے فیصلہ فرمالیا تھا "ان ترفع" کہ ان کے درجات بلند کئے جائیں گے ان گھروں کو بلند کیا جائے گا۔ اور کیسے بلند کیا جائے گا "یذکر فیھا اسمہ" اس کا نام بلند کر کے۔ تو نور کی حقیقت بھی ہم پر کھول دی۔ نور کی حقیقت ذکر الٰہی ہی ہے جن گھروں میں ذکر الٰہی کی آوازیں بلند ہوتی ہوں وہاں خدا کا نور اترتا ہے اور ان گھروں کو بلند کر دیتا ہے ان کو رفعتیں عطا کر دیتا ہے۔

يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

اس میں وہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں صبحوں کے وقت بھی اور شاموں کے وقت بھی۔ وہ گھر ذکر الٰہی سے بھرے رہتے ہیں۔

اس مختصر تشریح کے بعد اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عبارت کی طرف آتا ہوں جو آج (۱۸ مارچ ۱۹۹۴ء۔ مرتب) کے "انٹرنیشنل الفضل" کے پہلے صفحہ پر طبع ہوئی ہے چونکہ یہ مشکل عبارت ہے اسے ٹھہر ٹھہر کر سمجھانا پڑے گا عام اردو جاننے والے بھی اس عبارت کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتے اور سرسری نظر سے تو کسی کو کچھ سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ تفصیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اس کا مضمون آپ پر واضح کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین" ۔ اب یہ فقرہ بھی کسی کو سمجھ نہیں آئے گی اور بعض بچے جو یہاں کے بچے ہیں اور امریکہ سے ایک بچہ سامنے آکے بیٹھا ہوا ہے اس کے چہرے پر فوراً مسکراہٹ آئی ہے کہ مجھے تو کچھ نہیں پتہ چلا کیا کہا جا رہا ہے۔ بہتوں کو نہیں پتہ چلے گا کیونکہ اور بھی جو عام زبان کی باتیں ہیں وہ بھی گہرائی میں ہیں اس لئے سطح سے وہ دکھائی نہیں دیں گے۔ فرماتے ہیں یہ بیعت کا سلسلہ جو ایک ایسی متقیوں کی جماعت اکٹھا کرنے کے لئے جاری فرمایا گیا ہے جو ہمارا اصل مقصد ہے (یہ مراد ہے اس بات کی جو میں نے فقرہ پڑھا تھا)۔

"دیعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے" ترجمہ بھی ساتھ ہی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا۔ وہ لوگ جو متقی ہیں ان کو اکٹھا کرنے کے لئے یہ سلسلہ چلایا گیا ہے۔ "تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے" ۔ تاکہ متقیوں کا ایک بڑا گروہ تمام دنیا پر اپنے نیک اثرات قائم کرے اور ان کی حالتیں بدلے۔ "اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت اور نتائج خیر کا موجب ہو" ۔ یہاں "اتفاق" کا لفظ ایسا ہے جس پر مزید غور کی ضرورت ہے۔

"اتفاق" کا لفظ اکثر کو سمجھ آ گیا ہو گا مگر اس کی اہمیت کتنی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر الٰہی جماعتوں سے اتفاق اٹھ جائے تو ان کی برکتیں جاتی رہتی ہیں۔ وہ جو ہوا بندھی ہوئی ہے وہ جاتی رہتی ہے دشمن پر ان کا رعب باقی نہیں رہتا۔ اور ان کے اندر تاثیر کی طاقتیں باقی نہیں رہتیں۔ پس اگر مقصد یہ ہے کہ دنیا پر ان کی نیک صلاحیتیں اثر انداز ہو جائیں تو لازم ہے کہ جماعت ایک ہاتھ پر، ایک مٹھی پر اکٹھی رہے۔ جہاں جہاں بھی جماعتوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے وہاں سے تمام برکتیں اٹھ جاتی ہیں اور کئی مثالیں میں نے پہلے اس سے پیش کی ہیں بعض خطبات اس موضوع پر دیئے مگر بہت سے بدنصیب ہیں جو نہیں سمجھتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جماعت احمدیہ کی تمام برکات کو اتفاق سے وابستہ فرمایا ہے اور یہ ایک ایسے عارف باللہ کا کلام ہے جسے خدا نے خود ہدایت دی۔ جسے مہدی کہا جاتا ہے جس کی ہدایت کی راہ آسان کرنے کے لئے آسمان سے دو گواہ ظاہر ہوئے جو پہلے کبھی کسی سچے کے حق میں ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدایت یافتہ ہیں، اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں۔ آپ کے کلام کو غور سے پڑھنا، غور سے سننا اور غور سے سمجھنا چاہئے۔

ابھی بھی ایسی جماعتوں کے متعلق شکایتیں ملتی رہتی ہیں اور عجیب بات ہے کہ دونوں طرف کے لوگ نہایت متقی بن کے مجھے خط لکھتے ہیں۔ ابھی جرمنی کی بعض جماعتوں کے متعلق امیر صاحب بے چاروں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح اصلاح ہو جائے لیکن وہ باز ہی نہیں آتے۔ کچھ سفلہ مزاج لوگ ایسے ہیں بیچ میں بیٹھے ہوئے جو ابھارتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف الزامات، اور ہر ایک جو خط لکھتا ہے ایسا متقی بن کے لکھتا ہے کہ انسان کہتا ہے یہ تو بڑا امام بننے والا ہے۔ کہتا ہے دیکھو میرا دل کتنا صاف ہے۔ ایسے خبیث لوگ ہیں سامنے، ایسے گندے لوگ ہیں کہ وہ باز ہی نہیں آ رہے مجھ سے لڑنے سے۔ اور جواب میں دوسرا لکھتا ہے کہتا ہے دیکھیں ہم نے ہر بات تسلیم کر لی امیر صاحب کی، ہر اچھی بات کا اثبات میں جواب دیا مگر یہ بدبخت جو ہیں یہ ٹھیک ہونے والے نہیں۔ جب تک ان کو اٹھا کر باہر نہ نکال دیا جائے اس وقت تک ہماری اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ دونوں کے دلوں میں بدبختی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس طرح صرف ایک ہی کا قصور ہو اور اتنا لمبا عرصہ فساد چل جائے۔

اگر الٰہی جماعتوں سے اتفاق اٹھ جائے تو ان کی تمام برکتیں جاتی رہتی ہیں اور ان کے اندر تاثیر کی طاقتیں باقی نہیں رہتیں۔

جو متقی لوگ ہیں وہ فسادوں پر غالب آ جایا کرتے ہیں ان کا تقویٰ، ان کا انکسار بدیوں کو زائل کر دیتا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اتفاق کا نسخہ پیش فرمایا ہے اگر اس نسخے کو سامنے رکھیں تو ایک لمحہ بھی یہ لڑائی جاری نہیں رہ سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو" اگر تم میرے ہو مجھ سے وابستہ ہو تو ایک کام کرو۔ بے شک اپنے آپ کو سچے سمجھو لیکن تذلل جھوٹوں والا ہو۔ ایسے آدمی کی طرح زمین پر گر جاؤ اور انکساری دکھاؤ جیسے جھوٹے پر جب جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے تو وہ جھکتا ہے اور معافیاں مانگتا ہے اور اپنے آپکو کوستا ہے کہ مجھ سے کیا غلطی سرزد ہو گئی۔ یہ نہیں فرمایا کہ اپنے آپ کو جھوٹا کہو کیونکہ سچے ہو کر اپنے آپ کو جھوٹا تو کہا نہیں جا سکتا۔ اس لئے سمجھتے رہو سچا، میں اس سے تمہیں نہیں روکتا کوئی تو بیچ میں سے سچا ہو سکتا ہے۔ کیسی پاکیزہ نصیحت ہے۔ اس فقرے پر، اس کی بناوٹ پر غور کر کے دیکھیں اپنے اندر کتنا عظیم عرفان رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو" جھوٹا نہ بنو لیکن تذلل وہی ہو۔ گر جاؤ، انکساری دکھاؤ۔ کہو ہمارا ہی قصور ہے ہمیں معاف کر دیں۔ یہ نسخہ استعمال نہیں کرتے اور جھوٹے بھی سچے بن رہے ہوں تو پھر کیسے اصلاح ہو سکتی ہے؟ جب جھوٹے سچے بنتے ہوں کہ ہم اس کو نیچا دکھائیں گے تو دل ٹھنڈا ہو گا۔ ان کی آگ نہیں بجھتی وہ آگ دوسرے سینوں کو بھی جلاتی ہے۔ اور آگ اور نور میں ایک فرق ہے۔ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان پر غور کریں تو وہ نور ہے جس کی طرف بلایا جا رہا ہے آگ کی طرف نہیں بلایا جا رہا۔ حضرت موسیٰ آگ سمجھ کر گئے تھے تو ملا نور ہی تھا۔ اور نور ہی ہے جو زندگی بخشا کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک نور تھے اور یہ نور گھروں میں پھیلا ہے اگر تمہارے سینے جل رہے ہوں ان میں بغض ہو۔ ان میں حسد ہو، ان میں تکبر ہو، ان میں سفلہ پن ہو تو پھر دوسرے دلوں میں آگ لگاؤ گے نور نہیں پھیلا سکتے۔ پس اتفاق کی برکت جو مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے ہماری بقا کے لئے ضروری ہے۔ ناممکن ہے کہ ہم بغیر اتفاق کے زندہ رہ سکیں۔ اور ایسے اتفاق کے بغیر جس کی طرف مسیح موعود بلاتے ہیں ہمارا نور دنیا میں پھیل نہیں سکتا۔ ہماری طاقتیں آپس میں الجھ کے ہی ختم ہو جائیں گی۔

پس آج جبکہ میں آپ کو بار بار دعوت الی اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور بتلا رہا ہوں کہ وہ دن آ گئے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تیزی سے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام دنیا میں پھیلے۔ رفتاریں تبدیل کی جا چکی ہیں۔ تیز ہوائیں چل رہی ہیں جو آپ کی تائید میں چل رہی ہیں۔ اس کے باوجود اگر آپس میں الجھ کر آپ نے ان برکتوں سے فیض نہ پایا اور اپنی عمر گنوا بیٹھے تو بہت بڑا گناہ ہے اور ایسی نحوست ہے کہ جن کے حصہ میں آئے وہ نہ پیدا ہوتے تو اس

سے بہتر تھا اور بہت بہتر تھا۔

اب سنئے مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو“ ۔ یہ کیوں نہیں کہہ دیا وہ خیر کا موجب ہوں۔ ایک عام آدمی کی تحریر ہو تو اس کا دماغ یہاں اتفاق کی طرف جا ہی نہیں سکتا اس نے جب کہہ دیا کہ بھاری جمیعت اثر ڈالے تو بیچ میں اتفاق کا خیال کیسے آگیا! یہ عارف باللہ کا کلام ہے۔ وہ جس سے خدا ہمکلام ہوتا تھا، جس کو نور عطا کرتا تھا۔ آپ کے کلام کو زندہ فرماتا تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں ”اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ“ ۔ اب دیکھیں توحید سے اتفاق کو کس طرح جوڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں اپنے واحدہ کلمہ میں جو سب میں مشترک ہے اور جو کلمہ توحید کی طرف بلا رہا ہے اس سے برکت پائیں۔ اس ”پر متفق ہونے کے“ بعد ”اسلام کی پاک اور مقدس خدمت میں جلد کام آسکیں“ ۔ تو توحید کا اتفاق سے (جو ہمیں جماعتوں کے اندر ملنا چاہئے جو بعض جگہ دکھائی نہیں دیتا) ایک گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے۔ اگر آپ موحد ہیں تو آپ میں لازماً وہ صفات پیدا ہوں گی جس کے نتیجے میں بکھری ہوئی جمیعتیں بھی دوبارہ جمیعت اختیار کر جائیں۔ لیکن وہ لوگ جن کی نحوست سے جمیعتیں بکھرنے لگتی ہیں وہ مشرک ہیں۔ ان کا توحید سے کوئی تعلق نہیں اور جب میں مشرک کہتا ہوں تو پورے یقین کے ساتھ اس مضمون کو سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ انہوں نے اپنے نفسوں میں بت بنا رکھے ہیں ان کی انانیت ہے جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ دن رات انا کے سوا ان کو کسی کی عبادت کی ہوش ہی نہیں ہوتی۔ اپنی اور اپنی اولاد کی انا ایسی غالب آجاتی ہے کہ جب اختلاف ہوں تو اپنے بھائی پر شدید ظلم کرنے پر تل پڑتے ہیں اور اپنا بیٹا اگر کوئی طاقتور ہے تو اس کو بھیجیں گے کہ اس کو مار مار کے اڑا دو وہ ہوتا کون ہے جو ہمارے سامنے سر اٹھائے اور سمجھتے ہیں کہ اب دیکھو ہم بڑے ثابت ہوئے کہ نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس کلمہ واحدہ کی طرف بلایا ہے یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ یہ بعینہ حقیقت ہے کہ توحید سے رشتہ جوڑو گے تو اتفاق ہو گا توحید سے رشتہ کاٹو گے تو مشرک بن جاؤ گے اور مشرکوں کی طرح پھر خدا تم سے سلوک کرے گا۔ تتر بتر ہو جاؤ گے۔ کوئی تمہاری طاقت باقی نہیں رہے گی، کوئی نور تمہارے اندر نہیں ہو گا، ہاں مشرک جس طرح آگ کی پوجا کرتے ہیں تم آگ کے پجاری بن جاؤ گے۔ اپنے نفس کے غضب کی آگ کی پوجا کرو گے اور لوگوں پر بھی یہی آگ کا عذاب بھڑکاؤ گے۔ پھر فرماتے ہیں۔

> **وہ دن آگئے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تیزی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا میں پھیلے۔ تیز ہوائیں آپ کی تائید میں چل رہی ہیں۔ اس کے باوجود اگر آپس میں الجھ کر آپ نے ان برکتوں سے فیض نہ پایا اور اپنی عمریں گنوا بیٹھے تو بہت بڑا گناہ ہے اور ایسی نحوست ہے کہ جن کے حصہ میں آئے وہ نہ پیدا ہوتے تو اس سے بہتر تھا۔**

”اسلام کی مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں“ ۔ ایسے نالائق نہ ہوں جن میں سستی پائی جاتی ہو۔ جو بخل سے کام لینے والے ہوں اور بے مصرف ہوں۔ کوئی فائدہ ان کا نہ ہو۔ ”اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا انصافی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے“ ۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو اگر تفرقہ نہ ہوتا تو آج ناممکن تھا کہ اسلام کے سوا کوئی اور مذہب دنیا میں دکھائی دیتا۔ تمام ترقی کی رو اگر رکی ہے تو ہر قدم پر تفرقے کی وجہ سے رکی ہے۔ اگر جمیعتوں میں انتشار پیدا ہوا ہے تو ہر قدم پر اس تفرقے کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے جو شرک سے پیدا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ان کی طرح نہ ہو جاؤ ”جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا انصافی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے“ ۔ اب جو لڑنے والے لوگ ہیں وہ فاسق ہوتے ہیں یہ بھی بتا دیا۔ وہ لوگ جن کے دل پھٹے ہوئے ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے جدا ہونے والی باتیں کرتے ہیں ان کی زندگی پر غور کر کے دیکھ لو بد عمل فاسق لوگ ہیں۔ اگر ان کا فسق دکھائی نہ بھی دیتا ہو تو ہیں وہ فاسق ہی کیونکہ جو اندرونی طور پر اپنی عبادت ہی کرتا رہے اس سے بڑا فاسق اور کون ہو سکتا ہے۔ شرک اور فسق دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ فرماتے ہیں اسلام کے چہرے پر داغ لگاتے ہیں۔ اب جہاں جہاں یہ واقعات ہوتے ہیں وہاں بعض دفعہ غیر احمدی مجھے خط لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی! یہ آپ کی جماعت ہے؟ کہتے ہیں ہم جماعت میں تو نہیں مگر جماعت سے ایک تعلق رکھتے تھے، ایک محبت اور احترام کا رشتہ تھا مگر ان لوگوں کو دیکھیں ان کے چہرے دیکھیں ان کے کردار دیکھیں تو گھن آتی ہے اور یقین نہیں آتا کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ منسلک ہو کے ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ بعض لوگ طعنہ دے کر پھر دور بھی ہٹ جاتے ہیں مگر بہت سے شرفاء ہیں جو بات سمجھتے ہیں کہ یہی ایک دو گندے لوگ ہیں مگر ویسے جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سرسبز درخت ہے لیکن یہ داغ لگانے والے ضرور ہوتے ہیں۔ اس ماحول میں وہ لوگ جن کو جماعت احمدیہ سے واقفیت نہیں ہے ان پر ان کا کیا اثر پڑتا ہو گا؟ ان لوگوں کا اثر نہ پڑنا ایک خیر اور برکت ہے۔ الحمدللہ کہ ان کا اثر نہیں پڑتا ورنہ اگر یہ احمدی بنائیں گے تو کیسے منحوس چہروں والے احمدی بنائیں گے۔ ایسے ذلیل اور رسوا احمدیوں کی جماعت کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پس شکر ہے کہ ان میں تبلیغ کی برکت بھی نہیں ہے۔ پھیلنے کی برکت سے محروم ہیں کیونکہ اگر بنائیں گے تو اپنے جیسے بنائیں گے۔ پس ایک بدکار آدمی کا اولاد سے محروم رہنا ہی بہتر ہے۔ حضرت نوحؑ نے جو اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی اس میں ایک یہ بات بڑی حکمت کی بیان کی۔ انہوں نے کہا اے خدا ان سب کو اٹھا لے کیونکہ اب یہ فاسق اور فاجر جنیں گے۔ میں دیکھ چکا ہوں ان میں نیک لوگ جننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں۔ پس اس قوم کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ جو آئندہ فاسق و فاجر نسلیں پیچھے چھوڑ کر جانے والی ہو۔ تو کتنی پر حکمت دعا ہے پس یہ بھی شکر ہے کہ جن جماعتوں میں اتفاق نہیں ہے وہاں سے تبلیغ کی برکت ویسے ہی اٹھ جاتی ہے ورنہ اپنے جیسے پیدا کریں۔

> **جو شخص غریبوں کا ہوتا ہے اور یتیموں کا درد رکھتا ہے وہی اعلیٰ قدروں کے لئے قربانی کا مادہ رکھتا ہے۔**

”اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں“ ۔ کہتے ہیں نہ تو مجھے اس قسم کے کاہل اور بد اعمال اور فاسق فاجر چاہئیں جو افتراق پیدا کر دیتے ہیں اور ہر طرف بغض پھیلا دیتے ہیں اور ان کے اندر نشو و نما کی طاقتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ کہتے ہیں نہ مجھے ایسے نیک لوگ چاہئیں جو گوشوں میں موج مار کے بیٹھ جائیں اور دنیا کی بھلائی سے، دنیا کی خیر و شر سے بالکل تعلق کاٹ لیں۔ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اگر وہ نیک ہوں گے تو اپنے گھر میں اپنے لئے ہوں گے اسلام کو کیا فائدہ ان سے پہنچ سکتا ہے؟ پس فرماتے ہیں مجھے ایسے بھی نہیں چاہئیں۔ مراد یہ ہے مجھے مجاہد، میدان عمل میں نکل کھڑے ہونے والے لوگ چاہئیں۔ فرماتے ہیں ”اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں“ یعنی کیا چاہتے ہیں؟ فرماتے ہیں ”بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جاویں۔“ یہاں غریبوں کے ساتھ کوئی مذہب بیان نہیں فرمایا ہر غریب کا ایک ہی مذہب ہے اور وہ غربت ہے۔ فرمایا ”وہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں“ ۔

جو شخص غریبوں کا ہوتا ہے اور یتیموں کا درد رکھتا ہے وہی اعلیٰ قدروں کے لئے قربانی کا مادہ رکھتا ہے۔ یاد رکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دو الگ الگ باتیں اتفاقاً بیان نہیں فرمائیں۔ وہ دل جو غریبوں کی ہمدردی سے عاری ہے، وہ دل جسے یتیم کا دکھ محسوس نہیں ہوتا وہ خدا کے کاموں پر فدا ہونے کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتا۔ فدائیت کے لئے دردمندی چاہئے پہلے کوئی دل گداختہ پیدا کرے۔ پھر اسے توفیق ملتی ہے کہ اعلیٰ قدروں کے لئے وہ قربانیاں پیش کرے۔ تو فرمایا جو دنیا میں قربانیوں کا مادہ ہی نہیں رکھتا جسے پتہ ہی نہیں کہ دکھ ہوتے کیا ہیں اور ان میں شریک ہونے کے لئے اس میں بے قرار طلب نہیں پائی جاتی اس نے خدا کے کیا کام آنا ہے۔ بہت ہی عظیم تحریر ہے اس کا ایک ایک لفظ آسمان کے نور سے لکھا گیا ہے اور اسی لئے میں نے بتایا تھا کہ اس کا اس آیت نور سے گہرا تعلق ہے جس کی میں نے تلاوت کی تھی فرماتے ہیں ”غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں

اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہریک دل سے نکل کر، ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔" اب یہ عبارت بظاہر عام لفظوں کی ہے، کوئی بہت مشکل لفظ نہیں ہیں لیکن سمجھائے بغیر سمجھ نہیں آئے گی۔ فرماتے ہیں "اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔" کہ ان کی برکتیں دنیا میں پھیلیں۔ یہ تو صاف بات ہے ہر ایک کو سمجھ آتی ہے۔ جس میں برکتیں ہیں وہ پھیلیں گی لیکن آخر پر ایک شرط لگائی گئی ہے جو بہت ہی قابل غور ہے "اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہریک دل سے" نکلے لیکن الگ الگ نہ پھیلے "ہریک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے"۔ یعنی جب خدا تعالیٰ دوبارہ دنیا میں اتحاد پیدا کیا کرتا ہے اور الٰہی جماعتیں بنایا کرتا ہے تو انفرادی نیکیاں پھر کام نہیں آتیں اور بے معنی ہو جاتی ہیں۔ اگر ہر چشمہ جو پہاڑوں سے پھوٹتا ہے وہ الگ الگ رستے بنا لے اور مل کر ایک دریا کی صورت اختیار نہ کرے تو اس کا فیض دنیا میں پھیل ہی نہیں سکتا۔ اس میں وہ عظمت پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ بڑے بڑے عظیم کام جو دریا کر کے دکھاتے ہیں وہ ایسے چھوٹے چھوٹے چشمے کبھی بھی دکھا نہیں سکتے۔ یہ جو دریاؤں نے پہاڑوں کی چھاتیاں چیری ہیں اور عظیم وادیاں پیدا کی ہیں اور انسانی بقا کے بہت سے فائدے ان دریاؤں سے وابستہ ہیں اگر یہ اکٹھے نہ ہوتے تو وہ فائدے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ پس مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ برکتیں تو پھیلیں گی۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ تم نیک ہو تمہاری برکتیں پھیل رہی ہیں بس کافی ہے۔ آج اسلام کو ایک اجتماع کی ضرورت ہے اور مثال کیسی پاک دی ہے دلوں سے محبت کے چشمے پھوٹیں گے تو سہی۔ وہ تو نہیں رکتے لیکن اگر الگ الگ رہے تو ان کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ فرماتے ہیں میں جو تصور لئے بیٹھا ہوں وہ یہ ہے کہ "پاک چشمہ ہریک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے"۔ پس یہ وہ دریا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہایا ہے اور یہ وہی دریا ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

این چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ فیوض کا ایک قطرہ تھا جو دریا بنایا گیا ہے

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا

پس قطروں سے بات نہیں بنے گی اگر وہ الگ الگ ہی برستے رہے۔ ان قطروں کا دریا بننا ضروری ہے اور اس کا یہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کے سامنے رکھ رہے ہیں

"خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور اور بروز کا وسیلہ ٹھہرا دے"

اب یہ عبارت بھی اکثر عام اردو دان سمجھ نہیں سکتے۔ دو باتیں اکٹھی بیان فرمائی ہیں ایک مسیح موعود اور مہدی معہود کی ضرورت اور دوسرے خدا کے فضل پر زور۔ فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو جو فیوض کے چشمے جاری ہو رہے ہیں۔ جو دریا بن رہے ہیں۔ یہ ہیں تو فضل اللہ کے لیکن ان فضلوں کے لئے اس نے مجھے وسیلہ بنا دیا ہے۔ اور وسیلہ اس طرح بنایا ہے کہ مجھے تمہاری بے انتہا فکر ہے اور میں تمہارے لئے بہت دعائیں کرتا ہوں اور ان دعاؤں کی برکات ہیں اور جس غم میں گھلا جاتا ہوں یہ اس غم کی خدا کی بارگاہ میں قبولیت کا نشان ہے کہ اللہ کے فضل تم پر اتر رہے ہیں یا اتریں گے۔ یہ مضمون ہے جو اس عبارت میں، اس فقرے میں آپ نے بیان فرمایا۔ اب دوبارہ غور سے سنئے۔ "محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور اور بروز کا وسیلہ ٹھہرا دے" جہاں جہاں بھی لوگوں کے دلوں میں پاک صلاحیتیں موجود ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ میری دعاؤں اور میری توجہات کو ان کے ابھر کے نکل آنے اور نکھر آنے پر ایک وسیلہ بنا دے۔ "اور اس قدوس، جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالے کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں۔"

آج جو آسمان سے جماعت پر قدس کی روح اتر رہی ہے اور پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم قربانیوں کے نتیجہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جو امام قائم فرماتا ہے اس کو یہ ہمدردی کا جوش عطا کرتا ہے اور اس ہمدردی کے جوش کا بنی نوع انسان کی ہمدردی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ وہی مضمون ہے جس کا پہلے بھی ذکر گذرا تھا اور اسی مضمون کو اپنی نسبتاً اعلیٰ ارفع شان کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ پہلے ایک عام طالب حق کے تعلق میں غریبوں سے ہمدردی، یتیموں سے ہمدردی کا ذکر تھا اب اس کا ذکر ہے جسے خدا نے ساری دنیا کی راہنمائی کے لئے چن لیا ہے اور اس کا تعلق بھی اسی بات سے باندھا جا رہا ہے، ہمدردی اور جوش کے ساتھ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کے حالات میں آپ دیکھیں گے کس طرح غریبوں کے لئے اپنا کھانا بھی تقسیم کر دیا کرتے تھے بعض دفعہ چنے کھا کر گذارے کر لئے بعض دفعہ فاقہ کر لیا کرتے تھے، غریبوں کی ہمدردی کا بے انتہا طبعی جوش تھا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ غریبوں کی ہمدردی کبھی بے فیض نہیں رہتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ تم غریبوں کے ممنون احسان ہو تم ان کے اوپر جو اپنی طرف سے رحم کرتے ہو یا انکے خیال کرتے ہو انہی کی وجہ سے تو خدا تمہیں روزی دے رہا ہے۔ غریبوں کو نکال دو تو ساری سوسائٹی غریب ہو جائے گی۔ غریبوں کی محنت، ان کا اخلاص، ان کی خدمتیں ہیں جو قوم کو دولت عطا کرتے ہیں۔ وہ تمہارے ممنون احسان نہیں تم ان کے ممنون احسان ہو۔ مگر روحانی دنیا میں بھی غربت کا ایک قسم کا احسان ہے۔ جو غریبوں سے تعلق جوڑے اللہ اس سے تعلق جوڑتا ہے اور جتنا کسی کے دل میں زیادہ ہمدردی ہو اتنا ہی اس کو بڑا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس مضمون کو اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم میں اور مجھ میں فرق کیا ہے۔ ایک یہ کہ دعا کے لئے میرے دل میں بڑا جوش ہے تمہارے لئے۔ دوسرے تمہارے لئے دل میں ایک ہمدردی کا بے انتہا جوش پایا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالے کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں۔" ان کے ساتھ جو کچھ بھی گناہوں سے غلاظتیں چمٹ گئی ہیں گندے ہو گئے ہیں (اس کو آلودگی کہتے ہیں) فرماتے ہیں میرے دل میں ایک جوش خدا نے پیدا کر دیا ہے کہ دن رات ان کو دور کرنے کی اور پاک و صاف کرنے کی کوشش کرتا رہوں۔ "اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔" یہ وہی نور ہے جس کا ان آیات کریمہ میں ذکر فرمایا گیا تھا جس کے بغیر دنیا میں انقلاب برپا ہو ہی نہیں سکتا۔ وہی محمد رسول اللہ کا نور جس سے دوسرے گھر روشن ہوئے تھے جس وہ روشن ہوئے تو ان کے مرتبے بلند کئے گئے، ان کو ارفع کیا گیا۔ دو وجوہات سے۔ ایک اس لئے کہ وہ نور اپنی ذات میں یہ خاصیت رکھتا ہے کہ جس گھر میں ہو وہاں اس کو بلند کر دیتا ہے اور ذکر کی بلندی سے اس کا تعلق ہے پس جہاں ذکر بلند ہو گا وہاں وہ نور بھی بلند ہو گا۔ دوسرا اس لئے کہ بلند ہو گا تو لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔ وہ آگ جس نے موسیٰ کو متوجہ کیا تھا وہ

SCL

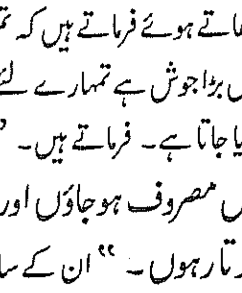

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

بلندی پر چمکی تھی تو اس کو پتہ چلا اگر کسی گڑھے میں پڑی ہوتی تو موسیٰ کو کیا فائدہ پہنچتا اور بنی اسرائیل کو کیا فائدہ پہنچتا وہ تاریخ ہی بے نور ہو کے رہ جاتی جس تاریخ کا آغاز موسیٰ سے ہوا تھا۔ پس آپ فرماتے ہیں کہ وہ نور ہے جو میں مانگ رہا ہوں۔ "جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔"

> جتنے بھی فیض آج نازل ہوں یا کل نازل ہونگے ان کا گہرا تعلق اس امام سے ہے جسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعاؤں نے پیدا کیا۔

یہ وہ پاک انقلاب ہے جس کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب برپا نہیں کر سکتے۔ خدا کی راہوں سے محبت کرنا اور بات ہے بالطبع خدا کی راہوں سے محبت کرنا کچھ اور بات ہے۔ بالطبع کا مطلب ہے جس طرح آپ بھوکے ہوں تو کھانا اچھا لگتا ہے پیاس لگی ہو تو پانی کی طرف لپکتے ہیں۔ کسی چیز کی تمنا ہو اور اس کی بھوک ہو تو از خود اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا بالطبع خدا کی راہوں سے محبت کریں ان کو بتا بتا کر نہ لانا پڑے۔ ان کو سمجھا سمجھا کر یہ راہیں نہ دکھائی جائیں۔ ان کا دل ایک طبعی جوش کے ساتھ ان راہوں کی طرف متوجہ رہے اور دیکھتے رہیں کہ کہاں وہ راہ نظر آئے تو اس پر دوڑیں اور اس پر قدم ماریں۔

"اور ان کے لئے وہ روح القدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے"۔ ربوبیت تامہ کا مطلب ہے وہ ربوبیت یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت (رب ہے چونکہ اس لئے اس کی طرف اشارہ اس کی صفت ربوبیت سے کیا گیا ہے۔ اب رب کا معنی سارے جانتے ہیں پالنہار، سب کا خیال رکھنے والا، رزق عطا کرنے والا) فرمایا اس کی ربوبیت جو تامہ ہو۔ وہ کیا کرے؟ عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے" کیا چیز؟۔ روح القدس۔ اب روح القدس کا نام آپ نے سنا ہوا ہے ایک فرشتہ جو جبرئیل کہلاتا ہے (حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں) روح القدس کے نام سے ہی دماغ اس طرف چلا جاتا ہے۔ لیکن ایک روح القدس ہے جو دل سے پیدا ہوتی ہے وہ کیسے پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا ہے "وہ ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں" یہ میری طلب ہے۔ یہ میری مراد ہے یہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ اب بتائیے پھر بھی کیا سمجھے ہیں؟ (مطلب ہے ابھی نہ بتائیں جمعہ میں بولنا مناسب نہیں ایک محاورہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں) غور کریں تو اکثر لوگوں کو سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ کیسے ہوگی۔ یہ ربوبیت کیا ہے اور ربوبیت تامہ کیا چیز ہے اور پھر عبودیت خالصہ کیا چیز ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر لفظ کا اشارہ قرآن کریم کی طرف ہوتا ہے اور ان تفاصیل کی طرف ہوتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں، آپ کا سارا کلام بھی قرآن ہی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مطالب بیان فرمائے ہیں ان کی جڑیں قرآن میں تلاش کرو گے تو سمجھ آئے گی ورنہ نہیں آئے گی۔

اس مضمون کا سورہ فاتحہ سے تعلق ہے۔ رب العالمین کا ایک عام تصور ہے لیکن اس کا تامہ تصور یہ ہے الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ وہ رب جو تمام جہانوں کا رب ہے صرف یہ کافی نہیں ہے اس کی تامہ سمجھ یعنی مکمل سمجھ تب آتی ہے جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ رب جو تمام جہانوں کا رب ہے وہ رحمٰن بھی ہے وہ رحیم بھی ہے اور مالک یوم الدین بھی ہے۔ ہر انجام کا مالک ہے۔ تمام انجام اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ آغاز بھی اس سے ہوا ہے انجام بھی اس کی طاقت اور اس کے فیصلے کے بغیر ممکن نہیں اور ان دونوں کے درمیان جو رب ہمیں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف حرکت کر کے لے جا رہا ہے اس کی صفات ہیں وہ رحمان ہے بڑا ہی رحم کرنے والا ہے ہماری غفلتوں سے بار بار درگزر فرماتا ہے اور رحیم ہے جو بار بار فضل لے کر آتا ہے۔ بار بار ہمیں رحمتیں عطا فرماتا ہے۔ یہ رحمت تامہ ہے۔ تو عبودیت خالصہ کیا ہوئی۔ "ایاک نعبد" اے ہمارے رب صرف تجھ کو چاہتے ہیں۔

خالص کا مطلب ہے جو اور کسی کی نہ ہو صرف ایک کی ہو جائے تو فرمایا۔ روح القدس ان دو کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے جب تم "ایاک نعبد" کہو گے اور ذہن میں وہ ربوبیت تامہ ہوگی جس کا تعارف سورہ فاتحہ کروا رہی ہے رب العالمین جو رحمٰن ہے جو رحیم ہے جو مالک یوم الدین ہے تو پھر دیکھو کہ تمہارے نفس سے ان دونوں کے ملنے سے کیسی وہ پاک روح پیدا ہوتی ہے جسے روح القدس کہا جاتا ہے۔ اور آگے پھر اس مضمون کو اس طرح بڑھاتے ہیں فرماتے ہیں۔

"اور روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے"۔ اب سورہ فاتحہ جب آپ کو کہتی ہے کہ "ایاک نعبد" کی دعا کرو۔ اپنی عبادت کو خدا کے لئے خالص کر لو۔ یہ عبادت خالصہ ہوگی اس کے نتیجے میں سب سے پہلی کیا چیز عطا ہوتی ہے؟ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

وہ رستہ دے جو انعام یافتہ لوگوں کا رستہ ہے اور وہی روح القدس کا رستہ ہے۔ روح القدس محمد رسول اللہ کے رستے پر ملتی ہے۔ فرمایا کہ یہ دعا کرو گے تو پھر تمہیں روح القدس عطا ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔ اپنی عبودیت کا خالص تعلق تمام ربوبیت سے جوڑ لو۔ اس کے نتیجے میں تم اس لائق ٹھہرو گے کہ تمہاری یہ دعا قبول ہو اور تمہیں روح القدس عطا ہو۔ اور خبیث چیزوں سے نجات کی بھی یہی راہ ہے

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

پس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر میں اس دعا میں یہ بات بھی شامل کرتا ہوں "اور روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے"۔ اب مغضوب اور ضالین کی اگر کوئی تعریف کی جائے تو اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی وہ لوگ جو نفس امارہ کے غلام بن گئے اور جو شیطان سے شدید تعلق جوڑ لیتے ہیں وہی ہیں جن کا ذکر فرمایا گیا ہے

مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

ان میں سے نہ ہو جائیں ہم۔ یہ ہمیں دعا سکھائی گئی ہے۔ "سو میں بتوفیقہ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا"۔ میں اللہ سے توفیق پاتے ہوئے یہ وعدہ کرتا ہوں جماعت سے کہ میں کاہل اور سست نہیں رہوں گا۔ "اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا۔"

> خدا کے پاک وجودوں کی دعائیں انکی زندگی تک نہیں رہتیں، ان کے بعد کے زمانے میں ممتد ہو جایا کرتی ہیں۔

آج جو آسمان سے جماعت پر قدس کی روح اتر رہی ہے اور پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں اس بات سے غافل نہ ہو کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم قربانیوں کے نتیجے میں ہے۔ ساری زندگی دکھ محسوس کیا ہے ساری زندگی اپنی جان فدا کی ہے اس راہ پر اور اس عہد پر آخری دم تک قائم رہے کہ میں غافل نہیں رہوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں دعائیں بھی کرتا رہوں گا جو کچھ میرے بن میں ہے میں کرتا رہوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمہیں پاک وصاف نہ کر لوں اور یہ جو خدا کے پاک وجودوں کی دعائیں ہیں یہ ان کی زندگی تک نہیں رہتیں ان کے بعد ان کے زمانے میں ممتد ہو جایا کرتی ہیں۔ پس جتنے بھی فیض آج نازل ہوں یا کل نازل ہوں گے ان کا گہرا تعلق اس امام برحق سے ہے جسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعاؤں نے پیدا کیا۔ یعنی اللہ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرما کر آپ کو امام مہدی کی خوشخبری دی۔ جس کے دو نشان آج سے سو سال پہلے دکھائے گئے تھے۔ فرماتے ہیں میں ایسا نہیں ہوں جو غفلت سے ان باتوں کو چھوڑ دوں مگر "جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے"۔ میری دعائیں ان کے کام آئیں گی۔ اب یہ بھی مضمون ایسا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا عظیم

Earlsfield Properties

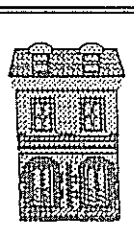

RENTING AGENTS
081 877 0762

PROPERTIES WANTEDIN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS

TJ AUTO SPARES

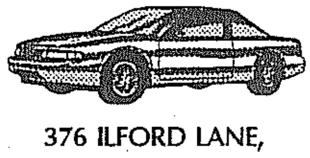

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

نشان ہے۔ یوں لگتا ہے آپ نے اپنے حق میں گواہی دینے والی یہ شمعیں پکڑی ہوئی ہیں۔ انسان عموماً صمیم قلب کہا کرتا ہے کہ جنہوں نے صمیم قلب سے مجھے اختیار کرلیا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرمارہے ہیں "صدق قدم" سے اختیار کیا ہے۔

اب صدق قدم کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ان کو خوشخبری دو، خدا کی طرف سے کہ ان کے لئے قدم صدق ہے ان کے رب کے نزدیک۔ "اَنّ لہم" نے یہ بتایا ہے کہ اس لئے وہ خدا کو پیارے ہیں کہ وہ قدم صدق رکھتے ہیں صرف ایمان کی وجہ سے نہیں۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ان کو خدا کی طرف سے خوشخبری اس لئے ہے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ اس کا یہ مطلب بھی بن رہا ہے جس کی طرف میں خصوصیت سے اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ خالی ایمان کی وجہ سے نہیں۔ خدا کو ان کی جو ادا پسند آئی ہے وہ یہ ہے کہ ایمان لے آئے اور پھر قدم صدق اختیار کیا۔ قدم صدق میں ایمان کا پس منظر بھی شامل ہے اور بے ڈولے، بغیر لغزش کھائے، صداقت کی راہوں پہ مضبوط قدموں کے ساتھ آگے بڑھتے رہنے کا تعلق ہے فرمایا وہ لوگ جو یہ ہوں میں ان کے لئے دعا کر رہا ہوں اور انہی کی تمنا میرے دل میں ہے کہ اللہ مجھے ویسے لوگ عطا فرمائے۔ پھر فرماتے ہیں "جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کرلیا ہے" ان کے، لئے دعاؤں سے غافل نہیں رہوں گا بلکہ "ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا، اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادے کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے"۔

وہ نور جو محمد رسول اللہ کی ذات میں چمکا تھا وہ دوسرے گھروں میں بھی منتقل ہونا تھا جو ہوا اور خدا نے قرآن میں اس کی گواہی دی۔ وہی آسمانی زبان ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام استعمال فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں برقی روؤں کی طرح یہ میری روحانی طاقتیں ان تمام وجودوں میں دوڑنے لگیں۔ "اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخل سلسلہ ہوکر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا" [☆] پس صبر سے ان راہوں پر قدم مارتے رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو جو دیکھنا چاہتے ہیں وہ بننے کی صدق دل سے اور صدق قدم کے ساتھ کوشش کریں۔ اللہ کرے کہ ہم وہ جماعت بن جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس پاک تصور میں دیکھی جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اور اگر یہ ہوجائے تو پھر سب وارے نیارے ہیں۔ پھر سب میدان جیتے گئے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

([☆] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تحریر اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء سے لی گئی ہے۔ مرتب)

آسمانی نوشتے

ملک استبداد مٹ کر بےنشاں ہوجائے گا
آدمی انسان بن کر کامراں ہوجائے گا

قدر ہوگی آدمی کی علم سے عرفان سے
مال و زر کا زور گھٹ گھٹ کر نہاں ہوجائے گا

یہ چمن جس پر ہیں اب چھائے ہوئے زاغ و زغن
طوطیوں کا قمریوں کا آشیاں ہوجائے گا

گلشن اسلام کی رنگیں بہاریں دیکھ کر
خادمان باغ سے خوش باغباں ہوجائے گا

دیکھنا تم ملک ملک و نسل نسل و قوم قوم
اک کٹھالی میں پڑیں گے امتحاں ہوجائے گا

پھر کتاب زندگی میں ثبت ہونگے نقش نو
عشق آتش سے گذر کر جاوداں ہوجائے گا

یا محمدؐ! مجھ کو تیرے اسم احمدؐ کی قسم
نور سے تیرے منور کل جہاں ہوجائے گا

احمدیت پھیل جائے گی جہاں میں چار سو
مطلع خورشید مغرب سے عیاں ہوجائے گا

روس بھی جو رٹ رہا ہے لاالہ آجکل
ذکر الا اللہ سے رطب اللساں ہوجائے گا

جگمگا اٹھے گی یہ دھرتی خدا کے نور سے
مسکن نورانیاں یہ خاکداں ہوجائے گا

سامنے ہوگا ثبوت رحمتہ للعالمیں
ملجاء اقوام تیرا آستاں ہوجائے گا

الغرض میں کیا کہوں کہ کیا سے کیا ہوجائے گا
اک نیا پیدا زمین و آسماں ہوجائے گا

ہمرہو! جنت سے دھتکارا ہوا یہ قافلہ
ایک دن پھر داخل باغ جناں ہوجائے گا

وہ ملک جو بےخبر تھے خاکیوں کی شان سے
"سر انی اعلم" ان پر عیاں ہوجائے گا

دیکھنا تم اے ظفر یہ ظالم و جاہل بشر
حامل عرش خدائے دو جہاں ہوجائے گا

(مکرم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر مرحوم)

ہمارا دیار

جو چشم وا سے ہمارا دیار دیکھو گے
تو مصطفےٰؐ کے چمن کی بہار دیکھو گے

جو ہوتی جاتی ہے کمزور عقد حبل متیں
یہاں وہ عقد بہت استوار دیکھو گے

یہاں ہے پختہ و مضبوط دیں کا شیرازہ
وگرنہ ہر جگہ تم انتشار دیکھو گے

یہاں معاشرہ میں زلزلے نہیں آتے
یہاں سکوت و سکون و قرار دیکھوگے

یہ ہیں تمام خلافت کی برکتیں تنویر
ہر اک کو دوسرے کا غمگسار دیکھوگے

(روشن دین تنویر)

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

نشان کسوف خسوف کے ظہور پر
قبول حق کے ایمان افروز واقعات

(محمد اعظم اکسیر)

"موعود اقوام عالم" یا مہدی موعودؑ کی آمد آخری زمانے کا اہم ترین واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی موعودؑ کے لئے مخصوص آسمانی نشان رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں پر کسوف و خسوف یعنی چاند اور سورج گرہن بیان فرمایا تھا۔ چودہ صدیوں میں اہل اللہ کی توجہ مہدی موعودؑ اور اس کے لئے مخصوص نشان کسوف و خسوف کی طرف مبذول رہی۔ وقت قریب ہونے کے ساتھ ساتھ عوام و خواص میں انتظار اور طلب و جستجو میں اضافہ ہوتا گیا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب والئی بھوپال نے بہت سے جید علماء کی مدد اور محنت شاقہ سے مسیح و مہدی اور آثار قیامت کے متعلق از حد تحقیق سے "حجج الکرامہ فی آثار القیامہ" تالیف کی۔ ۱۲۹۱ھ کی مطبوعہ اس ضخیم کتاب میں آپ فرماتے ہیں:-

"این بندہ حرص تمام دارد کہ اگر زمانہ حضرت روح اللہ سلام اللہ علیہ را در یابم اول کسے کہ ابلاغ سلام نبویؐ کند من باشم"۔

(حجج الکرامہ صـ ۴۴۹)

کہ یہ بندہ بڑی خواہش رکھتا ہے کہ اگر زمانہ حضرت روح اللہ (عیسیٰ) علیہ السلام کا پاؤں تو پہلا شخص جو انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچائے وہ میں ہوں!۔ آپ نے مسیح و مہدی کے متعلق اس علمی و روحانی اظہار خیال سے پہلے اس کے لئے مخصوص نشان کسوف خسوف کا ماہ رمضان میں وقوع پذیر ہونا بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

(ترجمہ) "اہل نجوم کے نزدیک چاند گرہن زمین کے سورج کے مقابل آنے سے ایک عام حالت میں سوائے تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں اور اسی طرح سورج گرہن بھی خاص شکل میں سوائے ستائیسویں، اٹھائیسویں اور انتیسویں تاریخوں کے کبھی نہیں لگتا"

(حجج الکرامہ صـ ۳۴۴)

اسی طرح حدیث نبویؐ میں نشان کے لئے مذکورہ رمضان کی پہلی اور درمیانی تاریخ کی آپ نے وضاحت کر دی کہ یہ بالترتیب رمضان کی ۱۳ اور ۲۸ تاریخ کو وقوع پذیر ہونگے۔

ان جید علماء کی نہایت قابل قدر محنت پر مشتمل اس کتاب سے خالص علمی شہادت کے ساتھ قریباً اسی دور کے دو عظیم روحانی راہنماؤں کی شہادت بڑی روح پرور ہے۔ دونوں راہنما وقت کے مجدد تسلیم کئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہٗ اَنَّ الْقِیَامَۃَ قَدِ اقْتَرَبَتْ وَالْمَھْدِیَّ تَھَیَّأَ لِلْخُرُوْجِ۔

(تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صـ ۱۲۳)

کہ بڑی عظمت والے میرے رب نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور مہدی ظاہر ہونے کو تیار ہے۔

دوسرے بزرگ حضرت شیخ محمد عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کو مجدد وقت ماننے والے خاکوانی قبیلہ کے ایک مرید احمد خان صاحب افغان نے حلفیہ بیان کے ذریعہ شہادت دی کہ ان کے مرشد، جو صاحب کشف و الہام ہونے کے علاوہ کئی قیمتی کتب کے مصنف بھی تھے، کا ایک فارسی شعر زبان زد خلائق تھا اور کئی نامی مقررین اسے اپنی تقریروں میں بڑی لے سے پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۰۶ء کے رمضان المبارک میں انہوں نے یہ حلفیہ شہادت قلمبند کرتے ہوئے لکھا کہ اب تک اس شعر کو خصوصاً ملتان کے علاقہ میں بکثرت پڑھا اور دھرایا جاتا ہے۔

در سن غاشی ہجری دو قران خواہد بود
از پئے مہدی و دجال دو نشان خواہد بود

(اخبار بدر ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء)

کہ غاشی کے عدد (غ + ا + ش + ی = ۱۰۰۰ + ۱ + ۳۰۰ + ۱۰) یعنی ۱۳۱۱ ہجری میں کسوف و خسوف کا عظیم نشان ظاہر ہو گا جو درحقیقت مہدی و دجال کے ظہور کا اعلان ہو گا۔

یاد رہے کہ صدیوں پہلے سے منجانب اللہ اس مبارک سال کا انکشاف ہوتا رہا ہے چنانچہ رئیس الصوفیاء حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

وَیَکُوْنُ ظُھُوْرُہٗ بَعْدَ مُضِیِّ خ ف ج بَعْدَ الْہِجْرَۃ

(مقدمہ ابن خلدون صـ ۳۵۴ ترجمہ از مولانا سعد حسن خان یوسفی، اصح المطابع، کراچی)

یعنی "الہجرت" پر "خ ف ج" کی عددی طاقت والا سال گزرنے پر امام مہدیؑ کا ظہور ہو گا۔ خ + ف + ج (۶۰۰ + ۸۰ + ۳) کی مقدار ۶۸۳ بنتی ہے اور الہجرت یعنی خاص ہجرت یا جسد خاکی سے آپ کی روح کی ہجرت کا سال یعنی سن وفات جو ۶۲۸ ہجری ہے مراد لی جائے تو یہ ۶۸۳ + ۶۲۸ بھی ٹھیک ۱۳۱۱ھ کا سال بنتا ہے!

علمی و روحانی شخصیات کی طرح ادبی شخصیات بھی یہی تمنا رکھتی تھیں۔ فخر ہند جناب مرزا رفیع سودا متوفی ۱۱۹۵ھ نے کہا۔

سودا کو آرزو ہے کہ جب تو کرے ظہور
اس کی یہ مشت خاک ہو تیری صف نعال

(کلیات سودا صـ ۲۶۴، مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۹۳۲ء)

حضرت سید احمد بریلویؒ کے درباری شاعر جناب حکیم مومن خان مومن متوفی ۱۲۶۸ھ نے فرمایا۔

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا

(کلیات مومن صـ ۵۰ مکتبہ شعر و ادب لاہور)

یہ تمنا، یہ آرزو، یہ طلب و جستجو اور شدت انتظار چودہ صدیوں کے دوران مسلسل پرورش پاتی رہی۔ چنانچہ شیعہ اور سنی لٹریچر میں مہدی موعود اور اس کے لئے مخصوص کسوف و خسوف کے نشان کا ہمیشہ تذکرہ رہا۔ اہل سنت اور اہل حدیث کی معتبر کتب میں سے سنن الدارقطنی، الفتاویٰ الحدیثیہ، حجج الکرامہ، قیامت نامہ، اقتراب الساعۃ، مکتوبات امام ربانیؒ اور شیعہ کتب میں سے بحار الانوار اور اکمال الدین بہت مشہور ہیں۔

(ان کتب کے حوالجات الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ نمبر ۱۰ میں شائع ہو چکے ہیں)

انتظار کسوف و خسوف اور قبول حق کے عظیم الشان واقعات

پیش گوئیوں کے مطابق حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عین وقت پر ظہور فرما ہوئے۔ ۱۲۵۰ھ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا سن ولادت ہے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۹ء میں سلسلہ بیعت کا آغاز فرمایا اور مہدی کے لئے مخصوص آسمانی نشان کسوف و خسوف ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۴ء) میں ٹھیک رمضان کی ۱۳ اور ۲۸ تاریخ کو وقوع پذیر ہوا۔ مندرجہ ذیل واقعات سے اس عظیم الشان نشان کے اثرات خوب روشن ہوتے ہیں۔

مسلمانوں پر اثرات

○ معروف اہل حدیث بزرگ مولانا مولوی حافظ محمد بن بارک اللہ آف لکھوکے نے اپنی مشہور پنجابی نظم کتاب احوال الآخرت میں اس نشان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ جب ۱۸۹۴ء میں یہ نشان ظاہر ہوا تو اس وقت یہ بزرگ گردہ میں پتھری کی تکلیف کے سبب لاہور کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ ان دنوں ضلع خوشاب سے ایک دوست مولوی غلام رسول صاحب آف مجوکہ علم حدیث حاصل کرنے کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے۔ سورج گرہن لگنے پر حضرت مولوی صاحب موصوف کے پاس ہسپتال جا کر نشان کی تصدیق و توثیق کرائی اور اسی بناء پر آخر حضرت مہدی موعودؑ کو شناخت کرنے کی سعادت پائی۔ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے اصحاب احمد کے حالات پر مشتمل کتاب کی دسویں جلد کے صـ ۱۷۱ پر یہ واقعہ درج فرمایا ہے۔

○ ایک بزرگ حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب آف بقاپور ضلع گوجرانوالہ ۱۸۹۴ء میں ایک شہر مندرا میں عربی کے استاد تھے۔ نشان ظاہر ہونے پر لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے ماحول میں آنے والے مہدی کے لئے چاند اور سورج کو ماہ رمضان میں گرہن لگنے کا چرچا ہے کیا یہ وہی نشان تو نہیں؟ حضرت مولوی صاحب نے سوچ کر جواب دیا کہ ہاں مہدی موعود کا نشان ہے کہ رمضان میں کسوف و خسوف ظاہر ہو لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ مہدی آچکا ہے یا نہیں۔ یہ جواب دے کر حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میری توجہ کسی مہدی کی تلاش میں مبذول ہو گئی تب پتہ چلا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منجانب اللہ مہدی ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔ آخر یہی توجہ قبول احمدیت پر منتج ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(حیات بقاپوری جلد اول صـ ۳ تا ۶)

○ ایک دوست میاں صلاح محمد صاحب ضلع پونچھ (کشمیر) سے تعلق رکھنے والے مہدی معہود اور ان کے لئے مخصوص آسمانی نشان کسوف خسوف کے منتظر تھے۔ جب یہ نشان ظاہر ہو گیا تو زیادہ تحقیق شروع کر دی اور جب آپ کو مدعی مہدویت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ہوا تو ایک دوست میاں منگا صاحب سمیت انہیں قبول کرنے کی سعادت پائی۔

○ کشمیر کا ہی ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بزرگ حضرت قاضی محمد اکبر صاحب ان دنوں ایک مسجد کے امام اور دینی علوم کے استاد تھے۔ ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ھ کے رمضان المبارک میں کسوف و خسوف کا نشان ظاہر ہونے پر آپ نے اپنے مقتدیوں سے کہا کہ ہمیں اب امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے۔ جب معلوم ہوا کہ قادیان میں ایک دعویدار موجود ہے تو تین دوستوں کا ایک وفد تصدیق کے لئے روانہ کیا۔ اس وفد میں مولوی عبدالواحد صاحب، میاں غلام قادر صاحب اور میاں دیوان علی صاحب شامل تھے۔ جب یہ شمع صداقت کے پروانے قادیان جاتے ہوئے بٹالہ پہنچے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ان کو روکا اور قبول حق سے باز رکھنے کے لئے زور لگایا مگر یہ طالبان حق و صداقت قادیان پہنچے اور بیعت کی توفیق پائی۔ بیعت کے بعد واپس آئے تو ان کی رپورٹ سن کر حضرت قاضی محمد اکبر صاحب نے بھی قبول حق کی سعادت پائی۔

(کشمیر کے دونوں واقعات کے لئے دیکھیں تاریخ احمدیت کشمیر صـ ۵۸،۵۹)

○ پنجابی زبان کے معروف ادیب و شاعر حضرت مولوی حاجی محمد دلپذیر صاحب بھیروی جو متعدد مقبول عام کتب کے مصنف تھے۔ پنجابی زبان میں قرآن کریم کی منظوم تفسیر بھی تحریر فرمائی۔ احوال الآخرت کے نام سے ان کی بھی ایک مشہور کتاب ہے جس میں چاند اور سورج کے اس آسمانی نشان کا ذکر ہے۔

SUPPLIERS OF
CATERING MATERIAL
FOR WEDDINGS,
PARTIES AND OTHER
SOCIAL FUNCTIONS
ABBA

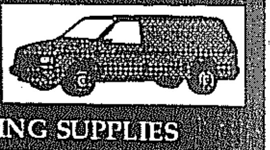

CATERING SUPPLIES
081 574 8275
081 843 9797

FOLMAN
FOODS
BUYING GROUP
FOR
GROCERS
AND C.T.N.
SHOPS

2 SANDY HILL ROAD,
ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464
081 553 3611

حضرت مولوی محمد دلپذیر صاحب بھی ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ھ کے رمضان میں نشان کسوف و خسوف دیکھ کر حلقہ بگوش احمدیت ہوگئے۔

(تاریخ احمدیت بھیرہ از محترم فضل الرحمٰن صاحب بسمل صہ ۱۱۰)

حضرت مولوی صاحب کی "احوال الآخرت کلاں" شائع کردہ ممتاز کمپنی اردو بازار لاہور کے صفحہ ۵۰ اور ۵۱ سے کچھ اشعار حسب ذیل ہیں۔

چن سورج نوں گرہن لگے گا وچہ رمضان مہینے
ظاہر جدوں محمد مہدی ہوسی وچہ زمینے
ایہہ خاص علامت مہدی والی پاک نبیؐ فرمائی
وچہ حدیثاں سرور عالمؐ پہلوں خبر سنائی
تیرھواں سو تے یاراں سنہ وچہ یہ بھی ہو گئی پوری
گرہن لگا چن سورج تائیں جیونکر امر حضوری
جس دن تھیں چن سورج تائیں خالق پاک اپایا
ایسا واقعہ ویکھن اندر اگے کدی نہ آیا
واہ سبحان اللہ کیا رتبہ پاک حبیب خدائی
تیراں سو برساں جس اگدوں پیش گوئی فرمائی
تیرھویں چن انھیویں سورج لگن گرہن دوہانوں
ایہ تاریخاں سرور عالم خود کہہ گئے اساں نوں
عین بعین برابر ایہہ گل واقعہ ہوئی
سارے عالم اکھیں ڈٹھا شبہ نہ رہ گیا کوئی

غیر مسلموں پر اثرات

اس منفرد آسمانی نشان کی عالمگیریت کے مطابق اس کے اثرات بھی عالمگیر ہیں۔ ۱۸۹۴ء میں ظہور کسوف و خسوف کے وقت چونیاں ضلع قصور کے ہائی سکول کی آٹھویں جماعت کا واقعہ ہے کہ سورج گرہن کے اگلے روز سکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی جمال الدین صاحب نے کلاس میں آ کر مسلم اور غیر مسلم تمام طلباء کو بتایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال پہلے فرمایا تھا کہ رمضان کی ان تاریخوں پر بطور صداقت مہدی کے نشان کے یہ گرہن لگیں گے اور یہ گرہن لگ گئے ہیں اس لئے اب مہدی آخر زماں کی تلاش کرنی چاہئے۔ وہ ضرور کسی غار میں پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ ان کے ظہور کی بڑی علامت آج پوری ہو چکی۔

کلاس کا ایک ہندو طالبعلم مہتہ ہریش چندر یہ سن کر بہت حیران ہوا کہ اتنا عرصہ پہلے خبر دینا کس طرح ممکن ہے۔ کلاس سے جا کر اپنوں اور پرایوں سے پوچھنا شروع کر دیا۔ آخر فیصلہ کیا کہ اگر وہ مہدی آ جائے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہوگا۔ ازاں بعد دعائیں کیں اور مسلسل تلاش جاری رکھی۔ ایک دن معلوم ہوا کہ ایسا دعویدار قادیان میں موجود ہے۔ چنانچہ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں قادیان پہنچے اور بیعت کی توفیق پا کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ جماعت میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی کے نام سے معروف ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان مثال ہے نشان کسوف و خسوف کے غیر مسلموں پر روحانی اثرات کی۔

احمدیوں پر اثرات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے سے پہلے جس طرح مسلمانوں اور غیر مسلموں پر عظیم نشان کسوف و خسوف کے گہرے اثرات پڑے اسی طرح اس نشان کے ظہور سے پہلے قبول کر لینے والے احمدیوں پر بھی اس کے گہرے اثرات پڑے اور ان کے ایمان کو غیر معمولی تقویت نصیب ہوئی۔ ۱۸۹۲ء میں آپ کو قبول کرنے والے دو خوش نصیب بھائی مرزا ایوب بیگؓ (استاد سائنس کالج) اور مرزا یعقوب بیگؓ (سٹوڈنٹ میڈیکل کالج) لاہور میں مقیم تھے۔ ان کے ساتھ ایک اور دوست مولوی عبدالعلی صاحب تینوں ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ بروز بدھ چاند گرہن کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ اور اب خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح سورج گرہن دیکھنے کی تمنا رکھتے تھے۔ انہوں نے سوچا قادیان پہنچ کر خود حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ساتھ یہ عظیم نشان دیکھنے کا روحانی لطف اٹھائیں۔ جمعرات ۲۷ رمضان المبارک دفتری اوقات کے بعد روانہ ہو کر تینوں دوست بٹالہ پہنچے تو آگے جانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ بادل چھا رہے تھے گرج چمک کے ساتھ مخالف سمت سے آنے والی آندھی حوصلہ شکن تھی پھر ان دنوں علاقہ میں چوری ڈکیتی کی وارداتیں ہو رہی تھیں۔ عشق و مستی میں سرشار تینوں نے بہرحال قادیان پہنچنے کا عزم لئے سفر شروع کر دیا۔ نہر تک پہنچے تو بونداباندی ہونے لگی۔ تینوں کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہوئے، دل سے دعا نکلی کہ اے قادر و غالب خدا! ہم تیری عظمت کا نشان تیرے مسیح و مہدی کے ساتھ دیکھنے کی تمنا لئے یہاں تک آ گئے ہیں۔ تو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھا۔ موسم بدل دے۔ بارش روک دے اور ہمارے آگے بڑھنے کی صورت پیدا فرما!

دعا کر کے تینوں قریب ہی ایک کوٹھے میں پناہ گزیں ہوئے۔ مگر جلد ہی دیکھا کہ خدائے قادر نے دعا سن لی۔ بارش رک گئی۔ ستارے صاف نکل آئے اور ہوا بھی سازگار ہوگئی۔ ان کا بیان ہے کہ اب چلتے ہوئے محسوس ہو رہا تھا کہ ہوا میں اڑے جا رہے ہیں۔ قادیان وارد ہوئے۔ دارالمسیح پہنچے تو عین سحری کا وقت تھا۔ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دسترخوان لگ چکا تھا۔ یہ خوش نصیب بھی کھانے میں شامل ہو گئے اور پھر حضرت مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے ساتھ مسجد مبارک کی چھت پر اس عظیم نشان کو ملاحظہ کر کے قلبی و روحانی مسرت و شادمانی سے مالا مال ہوئے۔

M.A. AMINI
TEXTILES
SPECIALISTS IN:
FABRIC PRINTING
PRINTED CRIMPLENE
90" PRINTED COTTON
QUILT COVERS
PRAYER MATS, BEDDINGS
BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL
108 HARRIS STREET
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832
MOBILE: 0836 799 469
81/83 ROUNDHAY ROAD
LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888
FAX NO. 0274 720 214

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۲ اپریل بروز منگل قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن میں مکرم ملک محمد حیات صاحب مرحوم کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ آپ مکرم نصیرالدین عبیداللہ صاحب آف لندن کے خسر تھے۔ اس کے ساتھ حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھی گئی۔

۱۔ مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب (ناصر آباد سندھ)
۲۔ مکرمہ منظور بیگم صاحبہ (آپ مکرم ناصر احمد خان صاحب آف لندن کی پھوپھی تھیں)
۳۔ مکرمہ صالحہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم خواجہ عبدالقیوم صاحب مرحوم (کراچی)
۴۔ مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری نور احمد صاحب (جمال پور۔ ضلع خیرپور)
۵۔ مکرمہ رحمت بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم برکت علی صاحب (گھسیٹ پورہ ضلع فیصل آباد) (آپ مکرم بشارت احمد صاحب محمود مبلغ سوئٹزرلینڈ کی دادی تھیں)
۶۔ مکرم ملک افضال احمد صاحب ابن مکرم ملک خلیل احمد صاحب (گھوگھیاٹ ضلع سرگودھا)
۷۔ مکرم ملک محمد نواز صاحب (ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس۔ دارالصدر غربی ربوہ)
۸۔ مکرم چودھری غلام مجتبیٰ صاحب (ایڈووکیٹ لاہور)
۹۔ مکرم قاضی محمد اسماعیل صاحب ابن مکرم قاضی محمد شفیق صاحب (ہوتی مردان)
۱۰۔ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم قاضی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم (مغل پورہ لاہور۔ آپ مکرم قاضی منیر احمد صاحب مینیجر ضیاء الاسلام پریس و پرنٹر روزنامہ الفضل ربوہ کی خوش دامن تھیں)
۱۱۔ مکرم شیخ غلام محمد صاحب (خادم مسجد، مسجد فضل فیصل آباد)
۱۲۔ مکرمہ نجم النساء بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری فرزند علی صاحب آف ربوہ (آپ مکرم ہادی علی صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن کی والدہ تھیں)
۱۳۔ مکرمہ افسر بیگم قریشی صاحبہ (مدراس۔ آپ مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب درویش اور مکرم مولوی برکت علی انعام صاحب درویش قادیان کی خوش دامن تھیں)
۱۴۔ مکرمہ شمس النساء صاحبہ اہلیہ مکرم محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم (حیدر آباد۔ آپ مکرمہ فرحت بھنو صاحبہ آف لندن کی والدہ تھیں)
۱۵۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم خواجہ جلال الدین صاحب مرحوم ناروے (آپ مکرم خواجہ نصیر احمد صاحب ناروے کی والدہ تھیں)
۱۶۔ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب (ربوہ)
۱۷۔ مکرمہ والدہ صاحبہ مکرم مرید احمد صاحب چودھری (پاکستان)
۱۸۔ مکرمہ رابعہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری محمد عبداللہ صاحب فاضل مرحوم (پاکستان)
۱۹۔ مکرمہ حنیفاں بی بی صاحبہ (کلاس والا ضلع سیالکوٹ)
۲۰۔ مکرم خواجہ مجید احمد صاحب (ربوہ)
۲۱۔ مکرم محمد اسماعیل خالد صاحب (جرمنی)

بقیہ از صفحہ اول

یکم اپریل ۱۹۹۴ء۔ آج انگلستان کے بعض بو[illegible] احباب و خواتین اور بچوں نے پروگرام "ملاقات" میں شمولیت کی۔ حضور انور نے تعارف احمدیت [illegible] سلسلہ میں چند سوالات کے جوابات بیان فرما[illegible] انگریزی میں گفتگو کا ساتھ کے ساتھ بوزنین [illegible] میں ترجمہ ہوا۔ یہ پروگرام لندن میں ریکارڈ [illegible] مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ نے نن سپیٹ (ہالینڈ) [illegible] نشر کیا۔

نوٹ۔ حضور انور ۳۱ مارچ ۱۹۹۴ء کو یورپ کے [illegible] پر روانہ ہوئے اور ۱۱ اپریل ۱۹۹۴ء کو لندن [illegible] ہوئی۔ اس عرصہ میں حضور انور نے ہالینڈ، بلجیم [illegible] فرانس کا دورہ فرمایا۔ اس دوران مسلم ٹیلی وی[illegible] احمدیہ کی نشریات کا سلسلہ ہالینڈ اور فرانس سے جا[illegible] رہا۔ بعض فنی خرابیوں کی وجہ سے ۶ اپریل کو [illegible] پروگرام نشر نہیں ہو سکا۔

۲ و ۳ اپریل ۱۹۹۴ء۔ ان دو دنوں میں حضو[illegible] انور نے ہالینڈ کے بوزنین احباب و خواتین [illegible] "ملاقات" فرمائی اور ان کے سوالات کے جواب[illegible] دیئے۔ حضور انور کے انگریزی ارشادات کا [illegible] زبان میں ترجمہ مکرم ہبۃ النور فرحاخن صاحب [illegible] جماعت احمدیہ ہالینڈ کرتے تھے اور اسے سن [illegible] بوزنین زبان میں ترجمہ ایک مقامی بوزنین دو[illegible] ساتھ کے ساتھ پیش کرتے رہے۔

۴، ۷ اور ۹ اپریل ۱۹۹۴ء۔ لندن میں حضو[illegible] انور نے ہومیو پیتھی طریق علاج کے بارہ میں [illegible] تعلیمی کلاسوں کا آغاز فرمایا تھا ان کا سلسلہ اس [illegible] کے دوران بھی جاری رہا۔ ان تین ایام میں حضو[illegible] انور نے اس سلسلہ میں موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید تفاصیل بیان فرمائیں۔ ادویات کی پوٹینسی، تیاری کا طریق، ادویات کے خواص اور بعض معین بیماریوں کے نسخہ جات کا تعارف کروایا۔ ہومیو پیتھی کلاسوں کا یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

۵ اپریل ۱۹۹۴ء۔ آج کے "ملاقات" پروگرام میں وہ ویڈیو دکھائی گئی جو حضور انور کے ایک حالیہ دورہ سویڈن کے دوران تیار ہوئی تھی۔ اس میں حضور انور نے بوزنین احباب و خواتین کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا اور بوزنین احباب کو دلی ہمدردی اور شفقت سے بیش قیمت نصائح فرمائیں نیز جماعت احمدیہ کی طرف سے بھرپور امداد اور تعاون کا یقین دلایا۔ حضور کے انگریزی ارشادات کا بوزنین زبان میں ترجمہ ایک ماہر خاتون نے بہت عمدگی کے ساتھ پیش کیا سامعین نے ارشادات کے دوران بار بار اپنے انداز میں تالیاں بجا کر دلی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

(ع۔ م۔ ر)

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

پاکستانی سپریم کورٹ نے ٹریڈ مارک قانون کی آڑ میں مسلمان فرقے کے خلاف مہم چلا رکھی ہے۔ ایسے قوانین کو کالعدم کیا جائے

پاکستان میں مذہبی آزادی کا فقدان

(Robert F. Drinan) کے قلم سے

ایشیا واچ آبزرور کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں دیوانی اور فوجداری قوانین کی آڑ میں ملک کی مذہبی اقلیتوں کے مذہبی آزادی اور اظہار خیال جیسے بنیادی انسانی حقوق کو جارحانہ طریق پر غصب کیا جارہا ہے۔ صورت حال اور بھی گھمبیر ہوگئی ہے کیونکہ پاکستان میں مذہبی منافرت کو عدلیہ کی پذیرائی حاصل ہو گئی ہے جس سے اقلیتوں کے خلاف بھرپور مذہبی منافرت اور ایذارسانی کے سلسلہ کو مزید تقویت پہنچی ہے۔

گزشتہ جولائی میں پاکستانی سپریم کورٹ نے باضابطہ طور پر اپنے ایک فیصلہ کے ذریعہ احمدی مسلمانوں پر بیس سال سے ہونے والی مذہبی منافرت اور ایذا رسانی کے خلاف چارہ جوئی کے تمام راستے حتمی طور پر بند کر دئے ہیں۔

دنیا کے تمام اہم مذاہب کی طرح اسلام میں بھی کئی فرقے پائے جاتے ہیں۔ ہرایک زندہ مذہب اپنے اندر مصلح اور مفسر پیدا کرتا ہے جس کے ذریعہ مختلف فرقے اور مکاتب فکر کی جماعتیں جنم لیتی ہیں۔

جماعتوں کے فطرتی اختلاف اور ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام مہذب اقوام آزادی ضمیر، اظہار خیال اور آزادی مذہب کو دل و جان سے عزیز جانتی ہیں۔ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا عالمی منشور بھی انہی بنیادی آزادیوں کی تائید کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض احمدی مسلمانوں نے جو نچلی عدالتوں کی طرف سے مذہبی منافرت اور ایذارسانی کا شکار ہو رہے تھے اس امید پر کہ سپریم کورٹ بنیادی انسانی حقوق کی محافظ ہے ایک اہم قانونی مسئلہ کے حل کے لئے سپریم کورٹ سے رابطہ کیا۔

۱۹۸۴ء میں جب پاکستان کا آئین معطل تھا اس وقت مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے آرڈیننس ۲۰ کا نفاذ کیا اور احمدیوں کی مذہبی آزادی کا دائرہ تنگ کرتے ہوئے ان کی بعض مذہبی عبادات کو قابل سزا جرائم قرار دیا۔ جب سے حکومت پاکستان اس آرڈیننس کی آڑ میں انسانی حقوق کو پامال کر رہی ہے اور اپنے شہریوں کی مذہبی آزادی، آزادی تقریر اور قانون کی نظر میں تمام شہریوں کی برابری جیسے بنیادی آئینی حقوق کی خلاف ورزی کی مرتکب ہے۔

بہت سے احمدیوں کو محض اس جرم میں قید اور بھاری جرمانے کی سزائیں دی گئیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔

پاکستانی سپریم کورٹ کے سامنے جو قانونی مسئلہ پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ آیا ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس ۲۰ پاکستان کے آئین کی خلاف ورزی کرتا ہے؟ جسٹس شفیع الرحمٰن نے جو عدالت کے سینئر جج بھی ہیں، اپنے خیالات کی تائید میں کہا کہ آرڈیننس ۲۰ کی اکثر شقیں ناپسندیدہ اور ان بنیادی انسانی حقوق کے متضاد ہیں جن کی پاکستانی آئین میں ضمانت دی گئی ہے۔ احمدیوں کو اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھنے اور اذان (جو مسلمانوں کو نماز کے لئے بلانے کا طریق ہے) دینے سے باز رکھنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ اعمال نہ تو حال ہی میں وضع کئے گئے ہیں اور نہ ہی ان کے اپنانے سے کسی غیر احمدی کو تنگ کرنا یا اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا مقصود ہے۔ یہ شق مساوی اور بنیادی حقوق کی مخالف ہے کیونکہ اس کا اطلاق صرف احمدیوں پر ہی کیا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ ان کے عقیدہ کا اہم جزو ہے اس سے ان کی مذہبی آزادی کا حق متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنا اور ایسی پابندی کا اطلاق کسی دوسری اقلیت پر نہ کرنا ایک متعصبانہ اور امتیازی فعل ہے۔

دوسرے دو ججوں نے اختلاف کرتے ہوئے بے معنی اور اصل موضوع سے ہٹ کر طویل بحث جاری رکھی اور اپیل کنندگان کو اپنے خلاف لگائے گئے اعتراضات کے رد کا ایک بھی موقع نہیں دیا گیا۔ اختلاف کرنے والے ججوں نے احمدیوں کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے سوال پر متعصبانہ امتیازی اور جانبدارانہ رویہ اختیار کیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ججوں نے احمدیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے باز رکھنے کا جواز کاروباری و تجارتی (ٹریڈ مارک) قانون پر رکھا اور یوں کسی روحانی اور ارفع چیز کے بارہ میں انتہائی بد ذوقی کا ثبوت دیا ہے۔ مزید برآں سپریم کورٹ کے فیصلے نے احمدیوں کے خلاف مذہبی ناروائی اور تشدد کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ ساری اپیلیں اکثریت کے فیصلے سے رد کر دی گئیں۔ احمدیوں کو اپنے مذہب اسلام پر عمل پیرا ہونے کے جرم میں باقی ماندہ تین سالہ قید اور بھاری مالی جرمانے کی سزا کی تکمیل کے لئے فوری زیر حراست لے لیا گیا۔ اگر پاکستان میں اس کے شہریوں کے خلاف اس قسم کے واضح اور انتہائی ظالمانہ اقدام کا فوری طور پر تدارک نہ کیا گیا تو پاکستان کا امریکہ اور اقوام متحدہ کنونشن کے دیگر شریک ممالک کے ساتھ دوستی کے قیام کا سہانا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکے گا۔

پاکستانی سپریم کورٹ کے اکثریتی فیصلے میں جس مذہبی تنگ نظری کا مظاہر کیا گیا ہے اس سے قانون اور امن پسند مذہبی اقلیتوں کے لئے نہ صرف گہری الجھنیں پیدا کی گئی ہیں بلکہ اس سے سارے علاقے میں بنیاد پرستی کے فروغ کو براہ راست تقویت ملی ہے۔ دوسرے ممالک میں سیاسی پناہ کے حصول کے لئے آنے والے تارکین وطن کی کثرت سے دنیا کی معیشت پر بلاوجہ بوجھ پڑا ہے۔ مسلسل انسانی حقوق کی پامالی اور بالخصوص قانون کی سرپرستی میں دہشت پسندی ایک بڑا مسئلہ بن سکتی ہے۔ اس بیان سے کہ ایک احمدی کو مذہبی علامات کے اظہار کی سرعام اجازت دینا سلمان رشدی کا مثیل بننے کے مترادف ہے، عدالت نے احمدیوں کے قتل کے لئے براہ راست اکسایا ہے۔ امریکہ کو اس صورت حال پر کڑی نظر رکھنی چاہئے جس سے بہت برے بین الاقوامی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ امریکہ اپنی ساکھ اور اصولوں کو ہر قسم کے معاشی یا جغرافیائی سیاسی مقاصد پر ترجیح دے۔ صدر کینیڈی نے درست کہا تھا کہ آخری تجزیہ کے مطابق امن کا انسانی حقوق کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دنیا کے لئے عموماً اور پاکستان کے مستقبل کے لئے خصوصاً انسانی حقوق اور مذہبی آزادی جیسے بنیادی حقوق کی بحالی ناگزیر ہے۔

(ریورنڈ رابرٹ ایف ڈریناں ایس جے جارج ٹاؤن یونیورسٹی لا سنٹر کے پروفیسر اور وکلاء کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کے بورڈ کے ایک رکن ہیں)۔

By Robert F. Drinan

The Pakistani Supreme Courts' use of trademark law to justify crackdown on Muslim sect should be reversed

Pakistan Falls Short On Religious Freedom

In a recent report on Pakistan, Asia Watch observes that some civil and criminal laws "have dangerously undermined fundamental rights of freedom of religion and expression, and have led to serious abuses against the country's religious minorities". The situation is urgent because the religious intolerance in Pakistan has now received judicial approval that has opened the way for further persecution of its minorities. A decision of the Pakistani Supreme Court last July has effectively closed the door to any legal redress for the intolerance and persecution that the Ahmadiyya Muslims have been encountering in Pakistan for the last two decades.

Like all major world religions, Islam has many sects. Every living religion produces reformers and progressive interpreters from within, bringing different denominations and schools of Thought into existence. Keeping in mind the diversity and natural growth of religious bodies, all civilised nations have cherished freedom of conscience, thought, and religion. The United Nations Universal Deceleration of Human Rights safeguards these fundamental human rights. Pakistan's Constitution also embodies and upholds these freedoms. For that reason the Supreme Court of Pakistan was expected to protect these rights; it was approached by some Ahmadi Muslims, who had been persecuted and victimized by lower courts, to resolve an important constitutional issue.

In 1984, when the Constitution of Pakistan was in abeyance, the then-Martial Law Administrator, General Mohammed Zia ul-Haq, promulgated Ordinance XX, curtailing the religious freedom of Ahmadis and changing some religious practices of Ahmadis into punishable crimes.

Since then the Pakistan government has allowed, under the cover of law, blatant abuse of human rights in violation of Pakistan's constitutional protection of religious freedom, freedom of speech, and the equality of its citizens. Many Ahmadis have been imprisoned and heavily fined merely for the "crime" of calling themselves Muslims or even for "posing" as Muslims.

The question of law before the Supreme Court of Pakistan was whether Ordinance XX of 1984 violated the Constitution of Pakistan. Justice Shafiur Rehman, the senior justice on the bench, gave his opinion that a number of provisions of Ordinance XX were repugnant to fundamental human rights as guaranteed by the Constitution:

"Prohibiting Ahmadis from calling their place of worship a 'masjid' and preventing Azan (the Islamic way of calling to prayer) violated fundamental rights. These practices were not of recent origin or device and adopted not with a view to annoy or outrage the sentiments of non-Ahmadis. The provision violated the fundamental rights to equality because only Ahmadis are restricted by it. And being an essential of their faith, it violated the right of religious freedom. Preventing them from propagating their faith without practising similar prohibition on any other minority is discriminatory".

Two other Justices, however, dissented and went into a lengthy discussion on a subject which was never raised for the Court's opinion: Without giving the appellants any opportunity to refute polemical allegations, the dissenting justices wrote biased and discriminatory opinion on the question of whether Ahmadis were Muslims or not. Most amazingly, justices justified the laws prohibiting Ahmadis the use of Islamic phrases by drawing a parallel from the trade laws prohibitive of trade and merchandise marks. This is a distasteful monetization of something spiritual and sublime. Furthermore, the Supreme Courts decision encourages religious intolerance and violence against Ahmadis.

All the appeals were dismissed by the majority decision. The Ahmadis were taken into custody forthwith for the "crime" thatthey practised Islam as their religion, and they were required to undergo the remainder of the three-year imprisonment along with heavy monetary penalties.

If no redemptive measure is immediately taken in Pakistan against such flagrant and mind-boggling injustice against its citizens, Pakistan's hope to re-establish friendly relations with the United States and other civilized countries that are signatories of the UN convention may be doomed. The religious intolerance portrayed by the majority decision of the Pakistan Supreme Court not only contains onerous implications for law-abiding and peace-loving religious minorities, it also gives strong and direct support to the growth of fundamentalism in that religion. Mass migration to other countries for asylum created unnecessary strains on the World's economy. The persistent abuse of human rights, especially legalised terrorism, may become a severe problem. By stating that allowing an Ahmadi to display Islamic symbols in public is like creating a Salman Rushdie out of him, the court has made a direct incitement to kill Ahmadis.

The US should have a profound stake in this situation, which has serious worldwide implications. It is time that what America stands for and believes in is given more importance than any economic or geopolitical considerations. President Kennedy was right when he said that peace in the last analysis is a matter of human rights. Both for the world at large and indeed for Pakistan's own future, the restoration of fundamental human rights and religious freedom is imperative.

The Rev. Robert F. Drinan, S.J. is a professor at the Georgetown University law centre and a member of the Lawyer's committee for Human Rights.

کیا ہفت روزہ "الفضل انٹرنیشنل" لندن آپ کو باقاعدہ مل رہا ہے؟ اور کیا آپ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو آج ہی حسب ذیل پتہ پر رابطہ کر کے اسے اپنے نام لگوالیں

اخبار کا سالانہ چندہ

برائے برطانیہ = ۲۵ پاؤنڈ

برائے یورپ = ۲۷ پاؤنڈ

برائے امریکہ، کینیڈا

و دیگر ممالک = ۳۶ پاؤنڈ

رابطہ کے لئے پتہ:

16 Gressenhall Rd.,
London SW18 5QL,
U.K.

تاریخ احمدیت

۱۸۸۳ء

مرزا غلام قادر صاحب کی رحلت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفیق والدہ آپ سے ۱۸۶۸ء میں اور والد بزرگوار ۱۸۷۶ء میں جدا ہو چکے تھے اب ۱۸۸۳ء میں والد صاحب بزرگوار کے انتقال کے سات سال بعد آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب بھی رحلت فرما گئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر پچپن سال تھی جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ تھی ورنہ وہ تو پندرہ سال پہلے ہی لقمہ اجل ہو چکے ہوتے۔ کیونکہ انہیں کم و بیش چالیس سال کی عمر میں ایک شدید بیماری لاحق ہو گئی تھی اور وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے تھے اور نقاہت کا یہ عالم تھا کہ چارپائی پر لیٹتے تو کسی کو احساس تک نہ ہوتا کہ یہاں کوئی شخص پڑا ہے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد بزرگوار نے جو حاذق حکیم تھے صاف کہہ دیا کہ اب یہ چند دن کا مہمان ہے۔ بلکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہاماً بتایا جا چکا تھا کہ پندرہ دن تک انکی عمر کا خاتمہ یقینی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں کا نظارہ کرنے کے لئے جناب الٰہی کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ خدا کے فضل، آپ کی روحانی توجہ اور دعا کی برکت سے پندرہ دن پندرہ سال میں بدل گئے اور مرزا غلام قادر صاحب جو بظاہر اپنی زندگی کے دن پورے کر چکے تھے "زندہ" ہو کر چند روز تک بکلی صحت یاب ہو گئے اور پندرہ برس تک بقید حیات رہے۔

مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی وفات کا فوری سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا اعظم بیگ سابق ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے بعض بے دخل شرکاء کی طرف سے آپ کی خاندانی جائداد میں سے حصہ دار بننے کے لئے نالش دائر کر دی اور وہ اپنی کامیابی کو یقینی سمجھتے ہوئے مقدمہ کی پیروی میں مصروف ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں بھی اور خاندان کے دوسرے تمام افراد کو بھی کھول کھول کر سنا دیا تھا کہ ہمارے لئے مقدمہ میں فتحیابی مقدر نہیں ہے اس لئے اس سے دست بردار ہونا چاہئے لیکن وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے اور انہوں نے جواب دیا کہ اب ہم مقدمہ میں بہت کچھ خرچ کر چکے ہیں اگر پہلے کہتے تو ہم مقدمہ نہ کرتے۔ مگر یہ بے حقیقت بات تھی۔ دراصل انہیں اپنی کامیابی کا ابتداء سے کامل یقین تھا اور ماتحت عدالت میں کامیاب بھی ہو چکے تھے مگر بالآخر چیف کورٹ میں ان کے خلاف ڈگری ہوئی اور تمام عدالتوں کا خرچہ بھی ان کے ذمہ پڑا اور پیروی مقدمہ میں جو بھاری قرضہ اٹھایا تھا وہ بھی ادا کرنا پڑا۔ جس وقت ڈگری ہو جانے کی خبر آئی تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرہ میں تھے۔ مرزا غلام قادر صاحب باہر سے کانپتے ہوئے ڈگری کا پرچہ ہاتھ میں لئے اندر آئے اور حضرت کے سامنے وہ کاغذ ڈال دیا اور کہا "لے غلام احمد جو تو کہندا سی اوہو ای ہو گیا اے" یعنی لے غلام احمد جو تم کہتے تھے وہی ہو گیا ہے اور پھر غش کھا کر گر گئے۔ بہر حال انہیں ڈگری سے شدید صدمہ ہوا اور وہ اس غم میں سخت بیمار ہو گئے اور یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ آپ تقریباً دو سال اسی بیماری میں مبتلا رہے۔ جس دن آپ کی وفات مقدر تھی اس کی صبح کو حضرت کو الہام ہوا کہ "جنازہ" اور شام کے وقت وہ انتقال کر گئے۔

مقام ماموریت کے متعلق بعض مزید تفصیلات

ماموریت کا وہ منصب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۸۲ء میں عطا ہوا تھا اس کے متعلق بعض مزید تفصیلات اس سال آپ پر ظاہر کر دی گئیں اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ محدث اللہ، عیسیٰ دوران اور خدا کے نبی ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم طبع اول ص ۵۵۷، ۵۵۸)

عجیب بات یہ ہے کہ جیسا کہ یہودی تاریخ کے مطابق حضرت مسیح ناصری اپنے متبوع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ٹھیک ۱۲۷۲ برس بعد پیدا ہوئے تھے اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت سے ٹھیک ۱۲۷۲ برس بعد "عیسیٰ" کے عہدے پر سرفراز فرمایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۱۱ ہجری میں دعویٰ نبوت فرمایا اور ٹھیک ۱۲۷۲ سال بعد ۱۸۸۳ء میں یہ الہامات نازل ہوئے گویا مسیح موسوی کا جسمانی اور مسیح محمدی کا روحانی ظہور اپنے اپنے دائرہ میں ایک ہی سال میں ہوا۔

(تفصیل کے ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز، اردو ستمبر ۱۹۴۵ء)

بانی آریہ سماج پر آخری اتمام حجت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتداء ہی سے تبلیغ دین کا ایک جوش اور بے پناہ جذبہ عطا ہوا تھا اور آپ غیر مذاہب کے سربر آوردہ رہنماؤں کو اسلام کا پیغام پہنچانے اور ان کی ملحدانہ تعلیمات کا پردہ چاک کرنے کو اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔ آپ نے ۱۸۷۸ء میں "سوامی دیا نند جی مہاراج" کو روحوں کے ان گنت ہونے کے متعلق چیلنج دیکر خط و کتابت کی جو طرح ڈالی تھی اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ ایک جدید ہندو فرقہ کے بانی تھے۔ اگر وہ اپنے غلط اور بے بنیاد عقائد سے رجوع کر کے آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے تو شاید ہندو جاتی میں اسلام کے متعلق ایک عام رو پیدا ہو جاتی۔ لیکن افسوس سوامی جی نے داعی حق کی آواز سن کر چپ سادھ لی اور پوری عمر اپنے غلط، بے حقیقت اور خود ساختہ عقائد کے پرچار میں بسر کر دی اور اسی بے خبری میں ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو اس جہان سے کوچ کر گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی وفات سے صرف چھ ماہ قبل ان پر آخری دفعہ اتمام حجت کرنے کے لئے متعدد رجسٹری خطوط لکھے جن میں صاف لفظوں میں یہ انتباہ کرتے ہوئے کہ دنیا چند روزہ ہے اور آخر کار خدا سے معاملہ پڑنے والا ہے انہیں ازراہ شفقت و محبت توجہ دلائی کہ وہ اپنے باطل خیال پر تعصب و عناد سے جمے رہنے کی بجائے قرآن مجید کی صداقت کے عقلی دلائل اور اس کی روحانی برکات ملاحظہ کرنے کے لئے حضور کی تصنیف "براہین احمدیہ" کا مطالعہ کریں۔ نیز یہ وعدہ بھی فرمایا کہ اگر وہ حق و صداقت کی جستجو میں اس کتاب کا مطالعہ کرنے پر رضامند ہوں تو انہیں یہ قیمتی کتاب مفت ارسال فرماویں گے۔ آپ نے انہیں یہ پیشکش بھی فرمائی کہ کتاب کے غیر جانبدارانہ مطالعہ کے بعد بھی ان کی نظر میں اسلام کی صداقت مشکوک رہے تو مزید تسلی و تشفی کے لئے قادیان آئیں اور ان کی آمد و رفت اور قیام کے واجبی اخراجات حضور خود برداشت کریں گے۔ سوامی دیانند جی نے ان خطوط کی رسید بھجوا دی مگر اپنی گزشتہ روایات کے مطابق اس بارہ میں آخر وقت تک بالکل سکوت اختیار کئے رکھا۔ سوامی جی کی یہ اتنی بڑی کھلی شکست تھی کہ ان کے سوانح نگاروں نے جہاں ان کی زندگی کے واقعات پر تفصیلی قلم اٹھایا وہاں اس عظیم الشان واقعہ کی طرف اشارہ تک کرنے کی جرات نہیں کر سکے۔ سوامی دیانند کی وفات کے متعلق بھی آپ کو قبل از وقت اطلاع دی گئی تھی جسے آپ نے قادیان کے ہندوؤں اور آریوں کو بتا دیا تھا۔ اس طرح سوامی دیانند کی زندگی تو ان کی ہزیمت و شکست کا ثبوت تھی ہی ان کی موت بھی اسلام کی زندگی کا نشان بن گئی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مؤلفہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

بقیہ (اندھیرے سے اجالے کی طرف پیش قدمی) از صفحہ ۴

سر پر بڑی سی سفید پگڑی پہنی ہوئی تھی اور جس کا چہرہ بھری ہوئی بہت خوبصورت سفید ریش سے مزین تھا محراب کے قریب کھڑا ایک ایسی زبان میں تقریر کر رہا تھا جسے میں نہیں سمجھتا تھا۔ میں خاموش بیٹھا اس عظیم انسان کو تکتا رہا۔ اس وقت میرا دل ایک عجیب قسم کے خوف سے بھرا ہوا تھا۔ میں دل ہی دل میں حیران تھا کہ یہ عظیم شخص کون ہے جو بالکل اجنبی زبان میں تقریر کر رہا ہے۔ تقریر کرتے کرتے وہ شخص فرش پر اپنے پیروں کے بل یکدم بیٹھ گیا۔ تقریر کرتے کرتے کسی کو فرش پر اس طرح بیٹھتے ہوئے دیکھنا میرے لئے بالکل ایک نیا تجربہ تھا۔ اس کے معاً بعد چشم زدن میں ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا۔ خفیف سے وقفہ کے بعد جونہی وہ شخص دوبارہ کھڑا ہوا تو اس کی دونوں آنکھوں سے نور کی دو لمبی لمبی شعائیں نکلیں اور سیدھی میری آنکھوں سے آ ٹکرائیں۔ ان شعاؤں کی خیرہ کر دینے والی چمک سے لحہ بھر کے لئے مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں تو واقعی اندھا ہو گیا ہوں۔ اگلے ہی لحہ نظارہ بدلنے سے یہ کیفیت دور ہو گئی اور میری بینائی لوٹ آئی۔ اس کے معاً بعد نماز شروع ہو گئی۔ فہم و ادراک سے بالا یہ ایک عجیب و غریب روحانی تجربہ تھا جس نے [illegible] کی آن میں میری کایا پلٹ دی۔ وہ جمعہ کا دن تھا [illegible] مقرر یا خطیب تھے امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ۔ [illegible] دنوں میں سپین کا دورہ کرنے کے بعد جبکہ میں بھی کہیں مارا مارا پھر رہا تھا اپنی جماعت کے اراکین [illegible] ملنے کے لئے کچھ ہی عرصہ قبل جرمنی تشریف [illegible] تھے۔ وہ آدمی جس نے مجھے مسجد میں داخل [illegible] سے روکا تھا مقامی جماعت کا ایک رضاکار تھا [illegible] شخص دفتر کے دروازہ پر ایستادہ تھا وہ حضرت [illegible] المسیح کا ذاتی محافظ پہرہ دار گارڈ تھا۔ اس زمانہ [illegible] میں جس حال میں تھا اور جس ناگفتہ بہ کیفیت میں [illegible] گزر رہا تھا اس جیسے بے حال انسان کو دیکھ کر [illegible] کے دلوں میں شکوک و شبہات کا پیدا ہونا ایک قدرتی [illegible] تھا مگر اس موقع پر خدائے بزرگ و برتر نے محض اپنے فضل و رحم سے مجھ ایسے بے حیثیت انسان کے [illegible] اپنے عظیم الشان نشانوں میں سے ایک نشان ظاہر [illegible] اور مجھے اس سے مستفیض ہونے کی غیر معمولی سعادت بخشی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

بعد ازاں جون ۱۹۷۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت پر ایمان لا کر جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے میرا اسلامی [illegible] "ہدایت اللہ" رکھا جس کے معنے ہیں خدا سے ہدایت یافتہ۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور آپ کے بتائے ہوئے راستہ کی طرف کسی انسان نے میری راہنمائی نہیں کی بلکہ یہ دعاؤں کی معجزانہ تاثیرات [illegible] تھیں جو مجھے ہدایت کی راہ دکھانے کا موجب بنیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت احمدیہ مسلمہ میں بہت سے "ہدایت اللہ" کھینچ بلائے اور اس طرح روئے زمین کے انسانوں کو اندھیرے سے روشنی میں آنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

(بشکریہ اخبار احمدیہ، جرمنی)

Muslim Television dedicated to the spread of the Unity of God throughout the world.

Muslim TV AHMADIYYA

Satellite transmission for 12 hours daily to the Middle East [Eastern], Asia and Far East - Monday to Sunday 7 am [7.00 hours] to 7 pm [19.00 hours] GMT as well as live transmission to the above areas and also Europe, North Africa and the Middle East - Monday to Thursday 1.15 pm [13.15 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT and Friday to Sunday, 12.45 pm [0.45 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT

Friday Sermon by Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV - Fridays between 1.15 pm [13.15 hours] to 2.40 pm [14.30 hours] GMT

For further information contact:
The Manager, MTA
Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Telephone: + 44 - 81 - 870 - 0922
Fax: + 44 - 81 - 870 - 0684

For advertising information, please contact:
Naeem Osman Memon,
MTA - Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL

Telephone London
081 874 8902 / 081 875 1285
Fax: London 081 875 0249

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HV
PHONE & FAX
061 795 1170

ایک مخلص و فدائی خادم سلسلہ مکرم شیخ محمد حنیف صاحب مرحوم کے ذکر خیر کے طور پر محبت و عقیدت کے چند پھول

(مسعود احمد خان - جرمنی)

چوڑی ہڈی، کسی قدر بھرا بھرا اکہرا بدن، میانہ قد، کتابی چہرہ، بھرواں ڈاڑھی، ذہانت کی آئینہ دار روشن آنکھیں، صلاحیت کے نور سے بھرپور سرخ و سفید رنگ، چال اور رفتار میں ٹھہراؤ، گفتار میں دریا کی سی روانی اور بہاؤ، زبان میں مٹھاس، رس بھری باتوں میں دلکشی، خوش گفتار و شیریں بیانی سے دلوں میں گھر کرنے اور مجلس پر چھا جانے کے فن میں طاق، غریبوں کے ہمدرد اور ان کے دکھ اپنانے کے لئے ہمہ وقت تیار، ہومیو پیتھی میں ید طولیٰ رکھنے والے نامور معالج، غرباء و رؤسا، ادنیٰ و اعلیٰ، عوام و خواص الغرض سب میں یکساں معروف و مقبول، ان شخصی اور معاشرتی محاسن کے پہلو بہ پہلو دین اور اس کے مقتضیات کے بارہ میں از حد غیرت مند، دینی صداقتوں کے بیباک و نڈر مبلغ، صدق و اخلاص کے پیکر، گریہ و زاری سے دعائیں کرنے اور رضائے الٰہی پر دل سے راضی رہنے والے، دوستوں اور ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے وسیع حلقہ احباب کے لئے ریشم کی طرح نرم لیکن مخالفین و معاندین حق کے لئے فولاد کے مانند مضبوط و مستحکم—— یہ تھے حال سے زیادہ فردا پر نظر رکھنے اور فکر معاد میں گھلنے والے سلسلہ احمدیہ کے مخلص و فدائی خادم محترم جناب شیخ محمد حنیف صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ و بلوچستان جنہوں نے ۹ دسمبر ۱۹۹۳ء کو بعمر ۷۲ سال لاہور میں وفات پائی اور ربوہ کے مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترم شیخ صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۵۳ء میں کراچی میں ہوئی۔ اس زمانہ میں ہم دونوں نوجوان نہ سہی ابھی جوان ہی تھے لیکن تھے ایک دوسرے کے لئے انجان۔ شیخ صاحب اپنے کاروبار کے سلسلہ میں کوئٹہ سے کراچی آتے رہتے تھے سو ان دنوں میں بھی آئے ہوئے تھے۔ میں تھا ایک نووارد اجنبی اور آیا ہوا تھا لاہور سے۔ میرے بھائی مقصود احمد خان (مرحوم) واقف زندگی اس کاروباری شہر میں جماعت کی ایک تجارتی فرم کے انچارج تھے۔ انہوں نے شیخ صاحب محترم سے میرا تعارف کرایا۔ یہ رواروی میں ہونے والی ایک سرسری اور رسمی سی ملاقات تھی جو اصلی جان پہچان اور باہمی واقفیت پر منتج ہوئے بغیر رفت گزشت ہو کر جلد ہی ذہن سے اتر گئی۔ اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس سرسری ملاقات کے لئے تو خدا نے پہلے شناسائی میں پھر واقفیت و قربت میں اور بالآخر عزیز داری اور برادرانہ تعلق خاطر میں درجہ بدرجہ تبدیل ہونا مقدر کر رکھا تھا۔

محترم شیخ صاحب سے شناسائی اور واقفیت جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاسوں میں آپ کی سلجھی ہوئی مدلل تقاریر سے ہوئی۔ آپ کی تقاریر غیر متعلقہ یا غیر ضروری مباحث سے مبرا، مختصر اور مرکزی نکتے تک محدود ہوتی تھیں۔ آپ ہر سال شوریٰ کے اجلاسوں میں مشورہ طلب امور کے بارہ میں اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق پوری نیک نیتی سے مشورہ ضرور پیش کرتے۔ اسلامی آداب اور سلسلہ کی روایات کے مطابق مشورہ پیش کرنے کا انداز ادب و احترام نیز شائستگی اور سنجیدگی و متانت کا آئینہ دار ہوتا۔ البتہ صدر انجمن اور تحریک جدید کے دفاتر اور ان کے ذیلی محکموں یا اداروں کی کارکردگی سے متعلق اصلاحی تنقید اور گرفت بھی اپنی جگہ بھرپور ہوتی۔

مجالس شوریٰ میں دوری کی حامل یہ شناسائی واقفیت اور قربت میں اس وقت تبدیل ہوئی جب ۱۹۶۰ء کی دہائی میں مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماعات میں سٹیج پر بیٹھ کر آپ کی پر مغز علمی تقاریر سننے کا موقع ملا۔ نیز اجتماعات کے دوران آپ کی زیر صدارت منعقد ہونے والے اجلاسوں میں مجھے خود بھی تقاریر کرنے کے مواقع میسر آئے۔ ان مواقع پر آپ کی کچھ قربت بھی نصیب ہوئی اور حسب ضرورت مختصر اور واجبی گفتگو کی نوبت بھی آتی رہی۔ اس طرح دور کی شناسائی کا باہمی واقفیت اور قربت و مصاحبت میں تبدیل ہونا ایک قدرتی امر تھا۔

باہمی واقفیت اور قربت کے بعد آپ کے ساتھ لمبی مجالس کے مواقع ۱۹۷۰ء کی دہائی میں ملنے شروع ہوئے۔ اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ ۱۹۷۰ء کی دہائی کے اواخر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے محترم شیخ صاحب کو اور بعض دوسرے امراء جماعت کو مشورہ کے لئے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد طلب فرمایا۔ حضورؒ ان ایام میں اسلام آباد کی "بیت الفضل" نامی دو منزلہ کوٹھی کی بالائی منزل میں قیام فرما تھے۔ اس وقت حضور کے ہمراہ ربوہ سے اسلام آباد آنے والے عملہ میں خاکسار بھی شامل تھا۔ محترم شیخ صاحب اور بعض دیگر احباب نے دو تین روز وہیں قیام فرمایا۔ دن تو جماعتی کاموں کی انجام دہی کی وجہ سے مصروفیت میں گزرتا۔ شام کو راولپنڈی اور اسلام آباد کے بعض سرکردہ احباب کے تشریف لانے پر نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد زیریں منزل کے ایک کمرے میں کچھ وقت کے لئے احباب کی اپنی ایک الگ مجلس جم جاتی۔ میں نے تو یہی دیکھا کہ ان مجالس احباب میں باہمی گفتگو کے دوران اکثر و بیشتر محترم شیخ صاحب ہی چھائے رہتے۔ آپ مسلسل بول رہے ہوتے اور باقی احباب آپ کی پر لطف باتیں دلچسپی سے سن رہے ہوتے۔ اس طرح مجھے آپ کی مجالس میں شریک ہو کر آپ کی پر لطف گفتگو اور رس بھری باتوں سے محظوظ ہونے کا موقع ملا۔ ان مجالس میں میری شرکت آپ کے ساتھ قربت اور مصاحبت میں مزید اضافہ کا موجب ہوئی۔

عزیز داری، برادرانہ تعلق خاطر اور ایک گونہ بے تکلفی کا مرحلہ اس وقت آیا جب ۱۹۸۷ء میں میرے بیٹے ابراہیم عثمان کی شادی محترم شیخ صاحب کی صاحبزادی عزیزہ طلعت سلمہا سے ہوئی۔ عزیز داری کے قیام کے بعد ماڈل ٹاؤن لاہور میں شیخ صاحب کے در دولت پر حاضر ہو کر آپ کے ساتھ تفصیلی ملاقاتوں اور تبادلہ خیالات کے بکثرت مواقع میسر آئے اور مجھے براہ راست اس امر کی آگاہی حاصل ہوئی کہ محترم شیخ محمد حنیف صاحب بفضل اللہ تعالیٰ بہت دیندار، سادگی پسند، دعاگو اور متوکل انسان ہیں اور اپنی راست روی اور انابت الی اللہ کے خصوصی اوصاف کی وجہ سے واقعی اسم با مسمیٰ ہیں۔ جب میری اہلیہ سے تعلق مودت رکھنے والی ربوہ کی ایک نیک دل خاتون نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے بیٹے ابراہیم عثمان مقیم جرمنی کا رشتہ محترم شیخ صاحب کی صاحبزادی سے طے کرنے کے سلسلہ میں پیش رفت کریں تو میری اہلیہ نے ان سے کہا کہ شیخ صاحب متمول گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ ہم قناعت پسند خود داروں کی ان تنعم پسند مالداروں سے کیسے نبھ سکے گی۔ اس پر اس نیک دل خاتون نے بتایا کہ شیخ صاحب، صاحب حیثیت ضرور ہیں لیکن اپنی ذات میں ہیں وہ بھی درویش صفت، وہ اکثر کہتے ہیں میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ رشتے دیندار، مخلص اور شریف گھرانوں میں کرنے چاہئیں، پیسے کو ترجیح نہیں دینی چاہئے، خدا کو منظور ہو گا تو پیسہ خود دیدے گا۔ جس پیسے میں خدا کی مرضی شامل نہ ہو وہ کس کام کا، وہ تو نرا امتحان اور مصیبت ہے۔ قصہ مختصر پسند ناپسند کے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد محترم شیخ صاحب سے سلسلہ جنبانی شروع ہوتے ہی رشتہ خلاف توقع فی الفور طے ہو گیا۔ بعد میں شیخ صاحب نے مجھے بتایا:

"میں اپنی آٹھ بیٹیوں میں سے تین بیٹیوں کی شادی پہلے کر چکا تھا، چوتھی بیٹی اب آپ کی بہو بنی ہے۔ میرا طریق یہ ہے کہ میں کہیں رشتہ طے کرنے سے پہلے چالیس روز تک دعا کرتا ہوں۔ اگر اس عرصہ میں انشراح ہونے سے طبیعت اطمینان پکڑ جائے تو رشتہ منظور کر لیتا ہوں بصورت دیگر میری طرف سے انکار ہو جاتا ہے۔ آپ کی طرف سے جب رشتہ پیش ہوا اور میں نے حسب معمول دعا کا سلسلہ شروع کیا تو خدا نے ایسا فضل فرمایا کہ دعا شروع کرنے کے بعد پہلے روز ہی انشراح نصیب ہو گیا اور یہ بات دل میں گڑ گئی کہ رشتہ منظور کر لینا چاہئے۔ چنانچہ میں نے رشتہ منظور کرنے میں دیر نہیں لگائی"

بعد ازاں محترم شیخ صاحب کے ہاں آنے جانے کے دوران آپ کے ساتھ ملاقات اور تبادلہ خیالات کے مواقع بکثرت ملے۔ ان ملاقاتوں کے دوران آپ نے مجھے ایک ایسا واقعہ سنایا کہ میں آپ کی دینداری، تقویٰ شعاری، خدا خوفی، حصول رضاء الٰہی کی تڑپ اور توکل علی اللہ کا قائل ہوئے بغیر نہ رہا۔ واقعہ آپ نے یوں بیان کیا کہ:-

"اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اوپر تلے آٹھ بیٹیاں عطا فرمائی ہیں۔ میری نرینہ اولاد کوئی نہیں۔ جب میرے ہاں چوتھی بیٹی پیدا ہوئی جو اب آپ کی بہو بنی ہے تو اس کی پیدائش پر میری والدہ صاحبہ محترمہ بہت افسردہ ہوئیں اور اس افسردگی میں نرینہ اولاد عطا نہ ہونے کا ذکر کسی قدر خفگی اور ناراضگی کے انداز میں کیا۔ میں والدہ صاحبہ کے اظہار ناراضگی پر لرز اٹھا۔ میں نے فوراً ہی بہت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگی کہ اے خدا! بشری کمزوری کے تحت سرزد ہونے والی میری والدہ کی اس لغزش کو معاف فرما دے۔ وہ اپنی سادگی میں انجانے طور پر جذبات کا اظہار ناروا انداز میں کر بیٹھی ہیں وگرنہ تو جانتا ہے کہ وہ حتی المقدور تیری بہت ہی شکر گزار اور اطاعت گزار ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے مٹھائی کی ایک فرم کو سپیشل آرڈر دے کر بڑے سائز کے دس پندرہ سیر لڈو تیار کرائے اور اس خوشی میں کہ خدا نے مجھے ایک اور بیٹی عطا کی ہے وہ لڈو عزیزوں، رشتہ داروں، قرب و جوار میں رہنے والوں اور علی الخصوص غرباء میں بطور شکرانہ تقسیم کرائے"۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے مزید بتایا:-

"یہ واقعہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے منصب خلافت پر فائز ہونے سے بہت پہلے کا ہے۔ جب میں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو یہ سارا واقعہ سنایا تو آپ نے بطور شکرانہ اختیار کئے جانے والے میرے اقدام پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ازراہ تلطف و تفنن پیار کے رنگ میں بچی کا نام "لڈو" رکھ دیا۔ جب بھی اس بچی کا ذکر آتا آپ اسی مختصر سے میٹھے اور پیارے نام سے اسے یاد فرماتے"۔

درمیان میں یہ پر لطف بات بتانے کے بعد محترم شیخ صاحب نے سابقہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:-

"خدا تعالیٰ نے اس کے بعد مجھے چار بیٹیاں اور عطا فرمائیں۔ میں نے اپنے مولیٰ کی ہر عطا کو خوش دلی اور شکر گزاری سے قبول کیا۔ بیٹے بھی خدا کی عطا ہوتے ہیں اور بیٹیاں بھی وہی عطا فرماتا ہے۔ یہ عطا کرنے والے کی مرضی، مصلحت اور حکمت ہے کہ وہ کسی کو بیٹے عطا کرے اور کسی کو بیٹیاں اور کسی کو دونوں سے نوازے۔ مجھ کو اپنی بیٹیاں اسی طرح پیاری اور عزیز ہیں جس طرح لوگوں کو بیٹے عزیز ہوتے ہیں بلکہ میں انہیں اپنے بیٹے ہی سمجھتا ہوں"

میں محترم شیخ صاحب کی ان باتوں سے بے حد متاثر ہوا۔ اور میرے دل سے بیساختہ ان کے اور ان کی صاحبزادیوں کے لئے بہت دعائیں نکلیں بلکہ انکے لئے بھی دعائیں کرنا میں نے اپنا معمول بنا لیا۔ اس میں کیا شک ہے کہ منشاء و ارادہ الٰہی کی آئینہ دار ہر عطائے خداوندی پر شکر گزاری کا یہ قابل قدر جذبہ محترم شیخ صاحب کی دینداری اور تقویٰ شعاری کا ایک منہ بولتا ثبوت تھا۔

مزید برآں اس بات کے عملی ثبوت کے طور پر کہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کی رضا ہی آپ کی تمام تر خوشیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے آپ نے ایک اور بہت ہی مستحسن طرز عمل کو اپنا شعار بنائے رکھا اور وہ یہ کہ جہاں خدا تعالیٰ نے آپ کو آٹھ بیٹیاں عطا فرمائیں آپ نے بعض اور بچیوں کے اوصاف اور حالات سے متاثر ہو کر از خود انہیں اپنی بیٹیاں قرار دیا اور اسطرح خدا تعالیٰ کی عطا کردہ بیٹیوں کی تعداد میں اضافہ کر لیا۔ اگر آپ چاہتے تو کسی لڑکے کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا سکتے تھے لیکن

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY-LONDON ISSN: 1352 9587 TELEPHONE NO. 081-870 8517 FAX NO. 081-870 1095

آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اوروں کی بچیوں کو منہ بولی بیٹیاں بنا کر بیٹیوں ہی کی تعداد میں اضافہ کرتے رہے اور پھر زندگی بھر ان کے ساتھ بیٹیوں جیسا سلوک فرماتے رہے۔ آپ کی اپنی بیٹیوں کی سہیلیوں یا اپنی اہلیہ کی ملنے والی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کے حالات آپ کے علم میں آتے اور اس کے قابل قدر اوصاف سے آپ متاثر ہوتے تو آپ نہ صرف یہ کہ اسے دلاسہ دیتے اور اس کے اوصاف حمیدہ کی تعریف کرتے بلکہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے فکر نہ کرو آج سے تم بھی میری بیٹی ہو۔ میں تمہارے لئے دعا بھی کروں گا اور جو کچھ مجھ سے بن پڑے گا اس سے دریغ نہیں کروں گا۔ آپ کی ایسی منہ بولی بیٹیاں سدا آپ کی ممنون احسان رہیں اور اب آپ کی وفات کے بعد آپ کی صاحبزادیوں کے ساتھ وہ بھی آپ کے حسن سلوک اور احسانات کا ذکر کر کے آپ کی یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کر رہی ہیں۔

محترم شیخ صاحب کی وفات کے بعد آپ کی صاحبزادیوں نے مجھ سے آپ کی ایک اور بہت بڑی خوبی کا ذکر کیا اور وہ یہ ہے کہ آپ فضول خرچی اور نمائش سے تو بہت اجتناب کرتے لیکن فی الاصل بہت دریا دل اور فیاض تھے۔ اگر کوئی شخص اپنے حالات کی نامساعدت کے پیش نظر اپنی کسی مجبوری یا ناگزیر ضرورت کا ذکر کرتا تو آپ از حد غمزدہ ہو جاتے۔ آپ یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ یہ شخص فریب نہیں دے رہا اور واقعی اپنی ضرورت حقہ کی وجہ سے امداد کا مستحق ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کے لئے دعا کرتے بلکہ اس سے معلوم کرتے کہ اسے ضرورت پوری کرنے کے لئے کتنی رقم درکار ہے اور اگر اتنی رقم دینا آپ کے لئے ممکن ہوتا تو ساری کی ساری رقم خود اسے دیدینے میں ذرا پس و پیش نہ کرتے۔ آپ کی صاحبزادیوں نے مجھے متعدد ایسے واقعات بتائے کہ آپ نے بعض ضرورت مندوں کو بلا تامل سات سات، آٹھ آٹھ سو کی رقم فوری طور پر دے ڈالی۔ ایسے ضرورت مند محترم شیخ صاحب کی اس درجہ فیاضی اور دریا دلی پر ورطہ حیرت میں پڑے بغیر نہ رہتے تھے۔

ایک بات جو شیخ صاحب نے خود مجھے سنائی خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ اس سے آپ کے توکل علی اللہ پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں نے تجارت میں کمایا بھی بہت اور نقصان بھی بہت اٹھایا۔ آخر میں میں نے اپنی زیادہ توجہ ہومیو پیتھک کلینک کو چلانے اور ترقی دینے پر مرکوز کر دی۔ تاہم ساتھ کیساتھ ثانوی حیثیت کے طور پر تجارت سے کچھ نہ کچھ واسطہ بھی برقرار رکھا۔ میرے مولیٰ کا میرے ساتھ ایک خاص سلوک رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں تجارت کرتا تھا اس وقت بھی اور اب جبکہ میں نے اپنی توجہ زیادہ تر کلینک پر دی ہوئی ہے اس نے میرے بٹوے کو کبھی خالی نہیں ہونے دیا۔ جب میرا بٹوہ خالی ہونے لگتا ہے تو اپنے مولیٰ پر توکل کے نتیجہ میں میرا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ میرا خدا اسے پھر بھر دے گا۔ چنانچہ اس کے بعد جلد ہی روپیہ آنا شروع ہو جاتا ہے اور میرا بٹوہ خدا کے فضل سے پھر بھر جاتا ہے ایسا بھرتا ہے کہ نوٹ اس میں سمانے مشکل ہو جاتے ہیں۔ یہ بتاتے ہوئے آپ نے اپنی جیب سے ایک بڑا بٹوہ نکالا اور کہا یہ نوٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے یہ خالی ہونے کے قریب تھا۔ ہمیشہ کی طرح اب بھی خدا نے ایسا فضل فرمایا کہ یکایک پیسہ آنا شروع ہو گیا اور بٹوہ بھرپوری طرح بھر گیا۔ کتنا ہی بڑا نقصان ہو جائے میں مایوس نہیں ہوتا اور خدا پر توکل کرتے ہوئے کام جاری رکھتا ہوں وہ اپنے فضل سے میرے کام میں پھر برکت ڈال دیتا ہے"۔

محترم شیخ صاحب کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اس میں ہر مسلک اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ غریب عوام، غرباء و رؤساء، بلوچستان کے قبائلی عمائدین، سول انتظامیہ کے عہدیدار، پاکستانی سفارتکار، سپاہیوں سے جرنیلوں تک بہت سے فوجی افسران الغرض ہر حیثیت اور ہر مرتبہ کے لوگ ان کے معتقدوں اور مداحوں میں سے تھے۔ آپ کی ہر دلعزیزی کی متعدد وجوہات تھیں اور ان میں سے ہر وجہ آپ کی کسی نہ کسی امتیازی وصف کی آئینہ دار تھی۔ اول تو آپ کی زبان میں بڑی مٹھاس تھی، اس پر مستزاد یہ کہ ہمدردی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے مہذب و شائستہ اطوار اور بہت ہی مؤثر انداز گفتگو کی وجہ سے دوسروں کا دل موہ لینے کا فن خوب آتا تھا۔ دوسرے آپ کو پنجابی، اردو اور فارسی کے علاوہ سندھ، بلوچستان اور سرحد کی علاقائی زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا اس لئے ہر علاقہ کے لوگ چھوٹے اور بڑے سب اپنائیت کے جذبہ کے تحت آپ سے گھل مل جاتے تھے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہومیو پیتھی میں خاص مہارت عطا کی ہوئی تھی جو آپ سے علاج کراتا بفضل تعالیٰ شفایاب ہو کر آپ کے حسن اخلاق کا ہمیشہ کے لئے گرویدہ ہو جاتا۔ ان خداداد اوصاف ہی کی یہ کرشمہ سازی تھی کہ آپ ہر طبقہ اور علاقہ کے لوگوں میں یکساں مقبول تھے۔

۱۹۸۷ء کے آخر میں آپ کے لاہور میں رہائش اختیار کرنے سے قبل مجھے آپ کے ہاں کوئٹہ میں ایک رات گزارنے کا موقع ملا۔ میں اس امر کا عینی شاہد ہوں کہ شام کے بعد آپ کو بڑے بڑے لوگوں کے ٹیلیفون آنے شروع ہو جاتے۔ کبھی آپ کسی سے سندھی میں بات کر رہے ہوتے، کسی سے پشتو میں، کسی سے بلوچی میں اور کسی سے فارسی میں۔ ٹیلیفون ہیں کہ چلے آ رہے ہیں۔ ٹیلیفون ریسیور اٹھانے پر کسی کو سردار صاحب کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں، کسی کو آغا صاحب کہا جا رہا ہے، کسی کو خان صاحب اور کسی کو سائیں۔ ہر ایک کے ساتھ ٹیلیفون پر لمبی گفتگو ہو رہی ہوتی اور اس بے تکلفی سے ہو رہی ہوتی کہ درمیان میں قہقہے بھی لگ رہے ہوتے۔ کبھی ٹیلیفون کے ختم ہونے کے بعد بتاتے فلاں سردار صاحب کا فون تھا وہ فلاں مشکل کے بارہ میں مشورہ مانگ رہے تھے۔ کسی اور ٹیلیفون کے بعد کسی خان صاحب یا کسی آغا صاحب وغیرہ کا غائبانہ تعارف کراتے۔ میں سندھی، بلوچی، پشتو وغیرہ زبانوں میں سے کوئی زبان نہ جانتا تھا۔ منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر مٹر مٹر دیکھتا اور بھانت بھانت کی بولیاں سنتا رہا اور سوچتا رہا کہ کس قدر وسیع حلقہ احباب ہے جناب شیخ صاحب کا۔ شیخ صاحب کی وسیع واقفیت کا ایک واقعہ میرے بیٹے عثمان (جو شیخ صاحب کے داماد ہیں اور جرمنی میں رہائش پذیر ہیں) نے مجھے سنایا۔ ہوا یہ کہ چند سال پیشتر وزارت خارجہ کے ایک بڑے افسر سفیر مقرر ہو کر جرمنی آئے۔ محترم شیخ صاحب نے اپنے داماد کو ٹیلیفون پر ہدایت کی کہ بون جا کر سفیر صاحب سے ملاقات کریں اور ان کو شیخ صاحب کا سلام اور سفیر مقرر ہونے پر مبارکباد پہنچائیں۔ ابراہیم عثمان بون گئے محترم شیخ صاحب کے حوالہ سے سفیر موصوف کے ساتھ بہت پر لطف ملاقات ہوئی۔ سفیر صاحب شیخ صاحب کے لئے سراپا تعریف بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میری والدہ تو شیخ صاحب کی ہومیو پیتھی میں مہارت کی اس قدر قائل ہیں کہ انہی سے علاج کراتی ہیں۔ انہوں نے شیخ صاحب کو مبارکباد کا شکریہ پہنچانے کی تاکید کی۔ الغرض محترم شیخ صاحب کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اور بعض لوگ تو ان کے بے حد معتقد تھے۔

محترم شیخ صاحب ۲۸ سال تک کوئٹہ کے امیر جماعت رہے۔ اس طویل عرصہ کے دوران آپ کو نظم و ضبط، تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کے میدانوں میں بہت اہم خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ بالخصوص موجودہ دور ابتلاء میں آپ نے بتوفیق الٰہی جرات ایمانی، ثبات قدم اور دلیری و شجاعت کا بہت شاندار مظاہرہ کیا۔ اس طرح آپ نے دینی و دنیوی ہر دو لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ بہت کامیاب زندگی گزاری اور خدمت کا شاندار ریکارڈ قائم کر کے بہت سرخروئی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ محترم شیخ صاحب کے جذبہ اخلاص و وفا اور خدمات سلسلہ کو قبول فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں خاص مقام قرب سے نوازے۔ نیز آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ اور جملہ صاحبزادیوں کو صبر جمیل عطا فرما کر دین و دنیا میں ان کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو اور انہیں اپنے خاص فضلوں سے سدا نوازتا رہے۔ آمین۔

ایک اک ذرہ سے پھوٹے گی سحر، دیکھو گے تم

غیرت دیں قابل صد آفریں ہے آپ کی
لاکھ تدبیروں پہ بھاری اک نہیں ہے آپ کی
روک لو سیل اذاں کو جذبہ بےباک سے
کیوں اٹھے آخر صدائے لا الہ اس خاک سے
کس طرح ہم عظمت توحید کے نخچیر ہوں؟
ہم جہاں ہوں اس زمیں پر مسجدیں تعمیر ہوں؟
جذبہ مرد مسلماں سو نہیں سکتا کبھی!
احمدی مسجد بنائیں؟ ہو نہیں سکتا کبھی!
رقص کرتے ہو ابھی تم ساحروں کے ساز پر
دوستو تم کان رکھو وقت کی آواز پر
دیکھ لینا موم کی صورت پگھل جائیں گے دل
وقت آئے گا نئے سانچوں میں ڈھل جائیں گے دل
ایک اک ذرہ سے پھوٹے گی سحر، دیکھو گے تم!
اک نئی مسجد بنی ہوگی جدھر دیکھو گے تم!

(پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پرویز پروازی)

جماعت احمدیہ وہ جماعت ہے جس کی انگلیوں میں انقلاب کے تار الجھے ہوئے ہیں۔